بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

مطالعۂ پاکستان

12

پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

جملہ حقوق بحق پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور محفوظ ہیں۔
اس کتاب کا کوئی حصہ نقل یا ترجمہ نہیں کیا جا سکتا نہ ہی ٹیسٹ پیپر، گائیڈ بکس،
خلاصہ جات، نوٹس یا امدادی کتب کی تیاری میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

حسنِ ترتیب

باب نمبر	عنوانات	صفحہ نمبر
1	اسلام اور پاکستان	1
2	سیاسی اور آئینی ارتقا	17
3	انتظامی نظام	36
4	انسانی حقوق	49
5	پاکستان کا نظامِ تعلیم	59
6	کھیل اور سیر و سیاحت	69
7	فرہنگ اور کتابیات	84

مصنفین
- پروفیسر (ر) ڈاکٹر سلطان خان
- پروفیسر ڈاکٹر نعمان آفتاب ڈار
- پروفیسر ڈاکٹر عامر علی
- پروفیسر رانا محمد اصغر میو

ریویو کمیٹی
- ڈاکٹر محمد طاہر، پروفیسر (ر)، گورنمنٹ صادق ایجرٹن کالج، بہاول پور
- ڈاکٹر محمد الیاس انصاری، اسسٹنٹ پروفیسر، یونیورسٹی آف سینٹرل پنجاب، لاہور
- خلیل احمد، لیکچرر، کنکورڈیا کالج، قصور
- فائزہ ریاض، لیکچرر، گورنمنٹ ایسوسی ایٹ کالج فار ویمن منڈی فیض آباد، ضلع ننکانہ صاحب
- حمید مسیح، ایس۔ایس۔ٹی، گورنمنٹ ماڈل ہائی سکول، قصور

نگران طباعت
- محمد شہزاد ہاشمی
- محمد آصف سراء

ڈائریکٹر (مسوّدات) • فریدہ صادق
ڈپٹی ڈائریکٹر گرافکس • سیّدہ انجم واصف

کمپوزنگ • عمیر طارق
ڈیزائننگ اینڈ لے آؤٹ • سمیرا اسماعیل

تجرباتی ایڈیشن

باب 1

اسلام اور پاکستان
(Islam and Pakistan)

تدریسی مقاصد

اس باب کے مطالعہ کے بعد طلبہ اس قابل ہوجائیں گے کہ وہ:

1- اسلام کو بحیثیت پاکستان کی نظریاتی اساس بیان کرسکیں۔
2- دوقومی نظریہ کو سمجھ سکیں۔
3- پاکستان میں اسلام کے اُن بنیادی اصولوں کی نشان دہی کرسکیں جو عوامی اَخلاق کا معیار ہیں۔
4- اسلامی فلاحی ریاست کی تعریف وفرائض بیان کرسکیں۔
5- ایک اسلامی فلاحی ریاست کے بنیادی اصول بیان کرسکیں۔
6- قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور لیاقت علی خاں اور قراردادِ مقاصد کے مطابق پاکستان بحیثیت ایک جدید اسلامی ریاست کا جائزہ لے سکیں۔
7- پاکستانی معاشرے اور ثقافت کے تناظر میں اسلام اور جدیدیت میں تعلق قائم کرسکیں۔
8- اسلام موجودہ معاشرے میں امن، رواداری اور بقائے باہمی کو کیسے فروغ دیتا ہے کا جائزہ لے سکیں۔

اسلام بحیثیت پاکستان کی نظریاتی اساس
(Islam as the Ideological Base of Pakistan)

نظریہ کا مفہوم (Meaning of Ideology)

نظریہ فرانسیسی لفظ آئیڈیالوجی کا ترجمہ ہے۔ یہ دو اجزا ''آئیڈیا'' اور ''لوجی'' پر مشتمل ہے۔ نظریے کا مفہوم ہے اندازِ فکر اور تصورِ حیات وغیرہ۔ نظریہ عام طور پر اُس تہذیبی یا معاشرتی لائحہ عمل کو کہتے ہیں جو کسی قوم کا مشترکہ نصب العین بن جائے۔ نظریے کا لفظ زیادہ وسیع معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس سے انسانی زندگی کا ایسا نظام وجود میں آتا ہے جس میں اعتقادات اور زندگی کے مقاصد شامل ہوں۔ نظریہ کسی بھی معاشرہ کو ایسی شکل میں لے آتا ہے جس میں افراد کے اعتقادات، رسم ورواج اور مذہبی معاملات مشترکہ ہوتے ہیں۔ اسلامی معاشرہ دیگر معاشروں کے مقابلے میں بالکل منفرد ہے ۔ یہ الہامی اصولوں اور نظریات پر قائم ہے جو قرآن مجید اور رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی سنت سے حاصل کیے گئے ہیں۔

اسلامی نظریے کا ماخذ (Source of Islamic Ideology)

کسی بھی نظریے کے اثرات کا انحصار افراد کے خلوص، لگن، وفاداری اور وابستگی پر ہوتا ہے۔ اسلامی نظریہ افراد کے ذہنوں پر فطری طریقے سے اثرانداز ہوتا ہے۔ اس طرح اسلام کے ابدی اصولوں پر افراد کا ایمان پختہ ہوجاتا ہے۔ اسلامی نظریے کا سرچشمہ قرآن مجید، رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کی سنت اور اسلامی رسم ورواج ہے۔

قرآن مجید (The Holy Quran)

قرآن مجید کے احکام اسلام کی بنیاد ہیں۔ ان سے سیاسی، معاشی اور معاشرتی قوانین اور حقوق کے سلسلے میں مفصّل و مکمل راہ نمائی حاصل ہوتی ہے۔ جس کی بدولت انفرادی اور اجتماعی سطح پر زندگی خوشگوار، پُرامن اور بامقصد ہو جاتی ہے۔

رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی سنّت (The Sunnah of رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وسلم)

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اسلامی احکامات کو اپنے اقوال و افعال سے واضح فرمایا ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات کی مفصّل تشریح حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی سنّت سے ملتی ہے جو اسلامی اصول و قوانین کا سرچشمہ ہے۔ سنّت ایک عربی اصطلاح ہے۔ اس کے لفظی معنی ہیں ''ایسا راستا جس کی پیروی کی جائے۔'' قرآن مجید اسلامی اصولوں کے بنیادی خدوخال بیان کرتا ہے۔ لیکن ان کی تشریح حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی احادیث سے ملتی ہے۔ اسلام کے بنیادی ارکان یعنی ایمان، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور جہاد کی تفصیلات حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے بیان فرمائی ہیں۔

رسم و رواج (Customs)

مختلف علاقوں میں پائے جانے والے ایسے رسم و رواج اور ایسی اقدار جو اسلامی تعلیمات کے منافی نہ ہوں مسلمانوں کو اجازت ہے کہ وہ انھیں اپنے مخصوص خطے یا علاقے میں اختیار کر سکتے ہیں۔ ان میں میلے، اجتماعات اور دیگر تقریبات شامل ہیں۔

نظریہ کی اہمیت (Importance of Ideology)

کسی قوم کے لیے ''نظریہ'' کیوں اہم ہوتا ہے؟ نظریے کی اہمیت مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر واضح ہوتی ہے:۔

خیالات کا عکاس (Reflection of Ideas)

نظریہ افکار و خیالات کا عکاس ہوتا ہے۔ یہ معاشرے میں رہن سہن، سوچ، طرزِ فکر اور باہمی تعلقات کے اصول متعین کرتا ہے۔

قومی اتحاد کا سرچشمہ (Source of National Unity)

نظریہ لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرتا ہے اور اتحاد کا سرچشمہ بنتا ہے۔

رضائے الٰہی کا حصول (Attaining of Allah's Pleasure)

اسلامی نظریہ انسانوں کو فلاح و بہبود کے لیے جدوجہد پر ابھارتا ہے جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ یہ جدوجہد اقوام کے لیے زبردست قوت محرکہ کا کام دیتی ہے۔

درست فیصلے میں مددگار (Helpful in Making Right Decision)

قیادت کے انتخاب کے لیے نظریہ ایک خاص طرح کی بصیرت پیدا کر دیتا ہے جس سے درست فیصلے کرنے میں مدد ملتی ہے۔

ثقافت کو برقرار رکھنے میں معاون (Contributes to the Preservation of Culture)

نظریے سے آزادی، ثقافت اور رسوم و رواج برقرار رکھنے میں مدد ملتی ہے۔ اسلامی نظریہ اُن اسلامی اقدار کا عکاس ہے جن کی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے تعلیم دی اور عمل کر کے دکھایا۔

دوقومی نظریہ (Two Nation Theory)

دوقومی نظریہ پاکستان کی بنیاد ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں دو قومیں یعنی ہندو اور مسلمان آباد تھیں جن کی سیاسی، مذہبی، معاشرتی اور معاشی اقدار مختلف تھیں۔ ان دو اقوام کے نظریات بالکل مختلف تھے جن کی بنیاد اسلام اور ہندوازم پر تھی۔ تحریک پاکستان کی بنیاد بھی دوقومی نظریہ تھا یعنی برصغیر پاک و ہند میں ہندو اور مسلمان دو مختلف قومیں جو ہندوازم اور اسلام پر ایمان رکھتی تھیں۔ ان دونوں اقوام کے طرزِ زندگی اور بودوباش بالکل مختلف تھے۔ اسی دوقومی نظریہ کی بنیاد پر مسلمانانِ ہند نے اپنے لیے الگ ریاست کا مطالبہ کیا اور آخر کار پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔

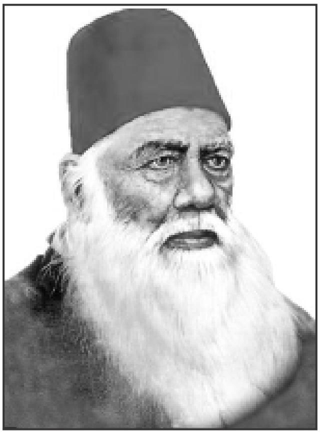

سرسید احمد خان

دوقومی نظریہ کا آغاز سرسید احمد خان کے مطالبہ جداگانہ انتخابات سے ہوا۔ مسلمانوں کے دیگر راہ نماؤں نے وائسرائے لارڈ منٹو سے شملہ کے مقام پر 1906ء میں ملاقات کر کے اس مطالبہ کو دہرایا اور اسی مطالبہ کی بنیاد پر مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔ مسلم لیگ نے اس مطالبہ کو آگے بڑھایا۔ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے 1930ء کے مسلم لیگ کے اجلاس الہ آباد میں صدارتی خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ہندوستان کے شمال مغربی علاقے جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں پر مشتمل مسلمانوں کا آزاد ملک بنایا جائے۔ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس نظریہ کو آگے بڑھایا اور 1940ء میں لاہور کے مسلم لیگ کے سالانہ جلسہ میں دوقومی نظریہ کی وضاحت کرتے ہوئے مسلمانوں کے لیے الگ ملک کا مطالبہ کیا۔ اس جلسہ میں متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور ہوئی جسے قراردادِ لاہور یا قراردادِ پاکستان کا نام دیا گیا۔ جس کو عملی جامہ پہناتے ہوئے قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے 1947ء میں پاکستان بنایا۔

اسلام کے بنیادی اصول
(Basic Principles of Islam)

اقتدارِ اعلیٰ (Sovereignty)

اسلامی معاشرہ اس بات پر کامل ایمان رکھتا ہے کہ اس کائنات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور وہی اس پوری کائنات کا حاکم اعلیٰ ہے۔ عوام کے نمائندے صرف ان حدود کے اندر اختیارات استعمال کر سکتے ہیں جو اسلام نے متعین کر دی ہیں۔ تاہم عوام کو اس امر کی مکمل آزادی ہوتی ہے کہ وہ ریاست کے معاملات چلانے کے لیے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے صالح، متقی اور پرہیزگار افراد کو منتخب کریں۔ اسلامی معاشرے میں حکمرانوں پر عوام کو اس وقت تک اعتماد رہتا ہے جب تک کہ وہ اسلامی قوانین کی پیروی کریں۔ اسی سے اسلام میں جمہوریت کا تصور واضح ہوتا ہے۔

عدل وانصاف (Justice)

عدل کے لفظی معنی ہیں کہ صحیح چیز کو صحیح جگہ پر رکھنا۔ یہ قانون الٰہی کی اصل بنیاد ہے۔ زندگی کا کوئی بھی پہلو عدل کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا۔ یہ عدل و انصاف ہی ہے جس کی بنا پر کوئی معاشرہ پرامن اور خوشحال ہوسکتا ہے۔ صرف عادلانہ نظام ہی میں افراد کے کردار کی

تعمیر وتشکیل اور اجتماعی بہتری ممکن ہے۔ اسلام عدل قائم کرنے پر زور دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

(ترجمہ): ''اگر آپ فیصلہ فرمائیں تو اِن کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ فرما دیجیے بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔'' (سورۃ المائدہ، آیت نمبر 42) اور قرآن مجید کا یہ بھی ارشاد ہے۔

(ترجمہ): ''اے ایمان والو! انصاف قائم کرنے والے ہو جاؤ اللہ کے لیے گواہ بن کر خواہ یہ (گواہی) تمھارے اپنے یا والدین کے یا قریبی رشتہ داروں کے خلاف ہو اگر (جس کے خلاف گواہی دی جا رہی ہے) کوئی مالدار ہو یا محتاج پس (ہر حال میں) اللہ اُن دونوں کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے تو تم خواہشِ نفس کی پیروی نہ کرو کہ تم عدل نہ کرو اور اگر تم بات میں ہیر پھیر کرو یا (گواہی دینے سے) مُنھ پھیر لو تو بے شک اللہ اُس سے خوب باخبر ہے جو تم کرتے ہو۔'' (سورۃ النسا، آیت نمبر 135)

اسلام کے عدالتی نظام میں افراد کے بنیادی حقوق کا تحفظ کیا جاتا ہے۔ (ترجمہ): ''آپ فرما دیجیے میرے ربّ نے عدل کا حکم دیا ہے'' (سورۃ الاعراف، آیت نمبر 29)

مساوات (Equality)

اسلام انسانوں کے درمیان مساوات کا علم بردار ہے۔ اسلام رنگ و نسل، زبان و ثقافت اور امارت و غربت سمیت تمام امتیازات کی نفی کرتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا۔

(ترجمہ): ''تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ جب کہ فوقیت اور برتری کی بنیاد تقویٰ ہے نہ کہ دولت یا اختیار و اقتدار''۔ اسلامی قانون میں تمام انسان برابر ہیں اور انھیں یکساں قانونی تحفظ اور ترقی کے مساوی مواقع حاصل ہیں۔

اخوت (Brotherhood)

اخوت کے معنی بھائی چارے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے (ترجمہ): ''بے شک سب اہلِ ایمان (تو آپس میں) بھائی بھائی ہیں'' (سورۃ الحجرات، آیت نمبر 10)۔ اخوت کا اصول اسلامی معاشرے کا ایک اہم پہلو ہے۔ بھائی بھائی ہونے کی حیثیت سے وہ ایک دوسرے کے دکھ سکھ اور خوشی اور غم میں شریک ہوتے ہیں۔ اخوت اور بھائی چارے کا احساس محبت، باہمی تعاون اور قربانی کے جذبات کو ابھارتا اور فروغ دیتا ہے۔

ہمارے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا۔

''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔'' (صحیح بخاری، حدیث نمبر 2442)

ایک اور موقع پر آپ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا۔

''آپس میں کینہ نہ رکھو۔ حسد نہ کرو۔ ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو اور سب بھائی بھائی بن جاؤ۔'' (صحیح بخاری، حدیث نمبر 6065)

مختصر یہ کہ ایک مسلمان کو اپنے دوسرے مسلمان بھائی سے کسی قسم کی کدورت نہیں رکھنی چاہیے اور نہ ہی حسد کرنا چاہیے۔ مسلمان تو مسلمان ہیں اسلام تو غیر مسلموں کے خلاف بھی سازش کرنے اور بُرے خیالات رکھنے کی اجازت نہیں دیتا۔

رواداری (Tolerance)

رواداری اور برداشت اسلام کی نظر میں نہایت عظیم نیکیاں ہیں، جو انسان کو مشکل اور دشواری سے بچاتی ہیں اور دوسروں

کے لیے پیار و محبت کا ذریعہ بنتی ہیں۔ لوگوں کے درمیان سماجی تعلقات قائم کرنے کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ دوسروں کی غلطیوں کو نظر انداز کیا جائے۔ باہمی جھگڑوں سے بچنے کے لیے رواداری بہترین ذریعہ ہے۔ اس کی وجہ سے اخوت اور امن کا ماحول فروغ پاتا ہے اور انسانی رشتوں میں استحکام آتا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِيِّيْن صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے اپنے قول و فعل سے رواداری کا درس دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں فرمایا ہے۔

(ترجمہ): ''دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے، بے شک ہدایت گمراہی سے خوب واضح ہو چکی ہے۔'' (سورۃ البقرہ، آیت نمبر 256)

یہ رواداری کا ایک سنہری اصول ہے کہ اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے جائز حقوق کا احترام کیا جاتا ہے اور انھیں مکمل تحفظ فراہم کیا جاتا ہے۔ اس لیے ایسے افراد پر نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے جو اپنے خیالات اور نظریات کو دوسروں پر مسلط کرتے ہیں اور دوسروں کے جذبات مجروح کرتے ہیں۔

اسلامی اصولوں کے عوامی اَخلاق پر اثرات (Impact of Islamic Principles on Public Morality)

اسلامی اصول جن کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے، پاکستان میں عوامی اخلاق پر مثبت طور اثر انداز ہوتے ہیں۔ لوگوں کو عدل و انصاف پر قائم رہنے پر راغب کرتے ہیں۔ اسلامی اصولوں کو اپنانے سے سماجی تفریق ختم ہوتی ہے اور لوگوں میں مل جل کر رہنے کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے اور باہمی سماجی تعلقات قائم ہوتے ہیں۔ اس طرح اخوت اور امن وامان کا ماحول فروغ پاتا ہے۔

اسلامی فلاحی ریاست کی تعریف اور فرائض
(Definition and Functions of an Islamic Welfare State)

تعریف (Definition)

اسلامی فلاحی ریاست سے مراد ایسی ریاست ہے جو اسلامی اصولوں پر مبنی عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کام کر رہی ہو اور جس کا مقصد ایسا معاشرہ قائم کرنا ہو جہاں عدل و انصاف، مساوات، اخوت اور معاشی خوشحالی ہو۔

فرائض (Functions)

اسلامی فلاحی ریاست کے فرائض سے مراد شہریوں کے وہ حقوق ہیں جنھیں ادا کرنا ریاست پر لازم ہے۔ اسلامی فلاحی ریاست پر شہریوں کے معاشی، معاشرتی، سیاسی اور دیگر مسائل کو حل کرنے کی پوری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ عوام کی روحانی و مادی فلاح و بہبود کرنا، ان کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنا، ان کو سہولیات مہیا کرنا اور انھیں نیکی کی راہ پر لگانا اسلامی فلاحی ریاست کا فریضہ ہے۔ اسلامی فلاحی ریاست کے چند فرائض ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:۔

1- حکومتِ الٰہیہ کا قیام (Establishment of Divine Government)

اسلامی فلاحی ریاست میں اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ مسلمان حاکم اپنے اختیارات کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھتے ہوئے استعمال کرتا ہے۔ حکومتِ الٰہیہ کے قیام کا مقصد لوگوں کو برے کاموں سے روکنا اور بھلائی کے کاموں کے لیے تیار کرنا ہوتا ہے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تاکہ لوگوں میں بھائی چارہ، محبت، امن اور ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو اور لوگ امن و سکون سے زندگی بسر کرسکیں۔

2-اسلامی قوانین کا نفاذ (Enforcement of Islamic Laws)

اسلامی فلاحی مملکت میں سربراہِ ریاست عوام کا خادم ہوتا ہے۔ قرآن مجید اور سنت رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم پر مبنی قانون سازی اور اس کا نفاذ حاکم کی اولین ذمہ داری ہے۔ کیوں کہ قرآن مجید اور سنت رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے دیے ہوئے قوانین ہی عوام کی فلاح کے ضامن ہیں۔ اسلامی ریاست میں حکمران ظالم کے مقابلے میں مظلوم کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے۔

3-بنیادی ضروریات کی تکمیل (Fulfillment of Basic Needs)

عوام کو تمام بنیادی ضروریات یعنی روٹی، کپڑا اور مکان مہیا کرنا اسلامی ریاست کی اہم ذمہ داری ہے۔ سوشل سکیورٹی کی تمام سکیموں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا اسلامی ریاست کا فریضہ ہے۔ مدینہ منورہ کی اسلامی فلاحی ریاست میں بیت المال کا قیام اپنے شہریوں کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کی طرف ایک مؤثر قدم تھا۔

4-سہولیات کی فراہمی (Provision of Facilities)

عوام کو بنیادی ضروریات مہیا کرنے کے بعد اسلامی فلاحی ریاست انھیں معقول زندگی گزارنے کے لیے دیگر سہولیات اور آسائشات کی فراہمی کو یقینی بناتی ہے، مثلاً تعلیم، صحت اور آمدورفت کی سہولتیں وغیرہ۔ ایک بہتر زندگی کے لیے تمام سہولیات مہیا کرنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔

5-دولت کی منصفانہ تقسیم (Fair Distribution of Wealth)

اسلامی فلاحی ریاست قوم کی دولت کو چند ہاتھوں میں مرتکز نہیں ہونے دیتی بلکہ دولت کی گردش کو یقینی بناتی ہے تاکہ معاشرے کے تمام افراد اس سے مستفید ہو سکیں۔ اسلامی ریاست دولت کی منصفانہ تقسیم کے ذریعے سے عوام کو سماجی تحفظ فراہم کرتی ہے تاکہ غربت کو دُور کیا جا سکے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور ایک مثالی دور تھا جس میں غربت اور مفلسی ختم ہو گئی تھی اور تقریباً ہر شخص باعزت زندگی بسر کرنے لگا تھا۔

6-اجتماعی ترقی (Collective Progress)

اجتماعی ترقی کے لیے صنعتی، زرعی، معدنی اور تجارتی ترقی کے منصوبے بنانا اور انھیں نافذ کرنا اسلامی فلاحی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اسلامی ریاست اجتماعی بھلائی کے لیے ملکی وسائل کو بھی قبضہ میں لے سکتی ہے البتہ اس کے لیے معاوضہ فوری طور پر ادا کرنا لازم ہوگا۔ اسلامی ریاست، مملکت کی زمین کو بھی عوام کی بھلائی کے لیے استعمال کر سکتی ہے۔

7-امن وامان (Enforcement of Law and Order)

اسلامی فلاحی ریاست کا فرض ہے کہ امن وامان قائم کرے تاکہ عوام پر سکون زندگی بسر کر سکیں اور ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت ممکن ہو۔ اس کے لیے قوانین کا مؤثر نفاذ اور نظام عدل کا مضبوط اور خود مختار ہونا ضروری ہے۔

8-ملکی دفاعی نظام (National Defence System)

مملکت کو اندرونی و بیرونی خطرات سے بچانا اور ملکی سرحدوں کی حفاظت کے لیے دفاع کا انتظام کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اس کے لیے مضبوط فوج ہونا اور اسے جدید اسلحہ سے لیس کیا جانا ضروری ہے۔

9-خارجہ پالیسی (Foreign Policy)

بیرونی ممالک سے تعلقات استوار کرنا، انھیں فروغ دینا اور قومی مفاد کے حصول کے لیے بین الاقوامی سطح پر مناسب اقدامات اٹھانا، خارجہ پالیسی کہلاتی ہے۔ اسلامی فلاحی ریاست کا فرض ہے کہ وہ اسلامی ممالک کے ساتھ تعلقات کو اپنی خارجہ پالیسی کی ترجیحات میں شامل کرے تاکہ بین الاقوامی سطح پر اسلامی بھائی چارے کی عمدہ مثال پیش کی جا سکے۔

اسلامی فلاحی ریاست کے بنیادی اصول
(Basic Principles of an Islamic Welfare State)

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے مدینہ منورہ میں پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی۔ جس میں توحید، مساوات، عدل و انصاف، اَخلاق وتقویٰ اور حصول علم کے بنیادی اصول اپنائے گئے۔ مدینہ منورہ کی مثالی اسلامی ریاست نے ایک فلاحی، منصفانہ اور بنیادی حقوق کے یکساں محافظ معاشرے کا تجربہ پوری دنیا کو کام یاب کر کے دکھایا۔

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اس لیے وہ دیگر اداروں کی طرح ریاست کے قیام کے لیے بھی مکمل ہدایات اور اصول فراہم کرتا ہے۔ ان اصولوں کی روشنی میں حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے ریاست مدینہ قائم کی جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بام عروج پر پہنچا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلامی تعلیمات، احکامات اور ہدایات کو مدنظر رکھتے ہوئے جو نظام مملکت اور ریاستی ادارے قائم کیے ان سے ایک مثالی اسلامی فلاحی ریاست وجود میں آئی۔ اسلامی اصولوں پر مبنی اس نظام مملکت کی آج بھی دنیا میں پیروی کی جاتی ہے۔ ایک اسلامی فلاحی ریاست کے مندرجہ ذیل بنیادی اصول ہیں:۔

1۔ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ (Sovereignty of Allah Almighty)

اسلامی ریاست میں تمام طاقتوں کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ وہی پوری کائنات کا خالق و مالک ہے۔ لہٰذا تمام امور مملکت اللہ تعالیٰ کے احکامات کی روشنی میں چلائے جاتے ہیں۔ اسلامی ریاست میں حکمران اللہ تعالیٰ کا نائب ہوتا ہے اور اسی کے احکامات کے نفاذ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس اصول کے نتیجے میں انسان دنیوی طاقتوں کے آگے سرنگوں ہونے کی بجائے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے آگے سر جھکاتا ہے۔

2۔ عقائد (Beliefs)

اسلامی فلاحی ریاست کی بنیاد توحید پر قائم ہے۔ جب کہ رسالت وختم نبوت اور یوم آخرت پر ایمان لائے بغیر کوئی انسان مسلمان نہیں بن سکتا ہے۔ ان عقائد کے نتیجے میں اسلامی ریاست اللہ تعالیٰ کے احکامات کی اتباع کو لازم سمجھتی ہے۔

3-عدل وانصاف کا قیام (Establishment of Justice)

معاشرہ میں عدل وانصاف کے قیام کی ذمہ داری اسلامی ریاست پر عائد ہوتی ہے۔ اسلامی ریاست میں عدلیہ کو اعلیٰ مقام حاصل ہے اور وہ انتظامیہ کے اثر سے آزاد ہوتی ہے بلکہ انتظامیہ اور سربراہِ مملکت بھی عدلیہ کے سامنے جوابدہ ہوتے ہیں۔ اسلامی ریاست میں عدلیہ سربراہِ مملکت کو عدالت میں طلب کر سکتی ہے اور اس کو سزا بھی دے سکتی ہے۔

4-مساوات کا قیام (Establishment of Equality)

اسلامی ریاست میں رنگ، نسل، علاقہ، جنس اور دیگر امتیازات کی کوئی گنجائش نہیں۔ سب کو معاشی، معاشرتی، مذہبی اور دیگر حقوق برابر

حاصل ہوتے ہیں۔ اسلامی ریاست میں ایک بہترین ماحول پیدا کیا جاتا ہے جہاں ذات پات اور اونچ نیچ کی کوئی قید نہیں ہوتی اور ظلم وزیادتی سے پاک معاشرہ قائم ہوتا ہے۔

5-اظہارِرائے کی آزادی (Freedom of Expression)

اسلامی ریاست میں عوام کوتحریر وتقریر کی مکمل آزادی دی جاتی ہے۔ اسلامی ریاست میں حکام پر تنقید کی آزادی ہوتی ہے۔ حکومت پر تنقید سے اصلاح کا پہلو نکلتا ہے اور عوام کی دلچسپی کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ اسلامی ریاست اخبارات، رسائل اور دیگر ذرائع ابلاغ کی آزادی کوتسلیم کرتی ہے البتہ دین کے خلاف کسی تنقید کو برداشت نہیں کیا جاتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے خطبہ میں فرمایا تھا ''لوگو! اگر میں قرآن وسنّت کے خلاف کوئی کام کروں تو میری پیروی نہ کرنا بلکہ مجھے منصب سے ہٹادینا۔'' اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بہت سے لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ پر کھلم کھلا تنقید کی جس کا جواب آپ رضی اللہ عنہ نے خندہ پیشانی سے دیا۔

6۔ حقوق العباد (Human Rights)

اسلامی تعلیمات میں حقوق العباد پر بڑا زور دیا گیا ہے۔ اسلام نے اہل خانہ، ہمسایوں، قرابت داروں اور دیگر انسانوں کے حقوق مقرر کر دیے ہیں۔ حقوق العباد ادا کرنے سے معاشرے میں اخوت، بھائی چارے، امن وسکون اور راحت قلب کی وہ فضا قائم ہوتی ہے جس سے معاشرہ جنت نظیر بن جاتا ہے۔

7۔ خدمت خلق کا اصول (Principle of Social Welfare)

اسلام انسانوں میں خدمت خلق کے جذبے کو فروغ دیتا ہے۔ خدمت خلق کو اعلیٰ درجہ کی عبادت کا مقام حاصل ہے۔ جب ایک ریاست میں خدمت خلق کا اصول اپنایا جاتا ہے تو اسلامی فلاحی ریاست کے خدوخال واضح ہوجاتے ہیں۔

پاکستان بحیثیت ایک جدید اسلامی ریاست، قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ، لیاقت علی خاں اور قراردادِ مقاصد کی روشنی میں

(Pakistan as a Modern Islamic State Delineated by Quaid-e-Azam رحمۃ اللہ علیہ Allama Muhammad Iqbal رحمۃ اللہ علیہ, Liaquat Ali Khan and Objectives Resolution)

قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah (رحمۃ اللہ علیہ)

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ تحریک پاکستان کے قائد اور پاکستان کو جدید اسلامی ریاست بنانے کے بڑے حامی تھے۔ آپ نے نظریہ پاکستان کی وضاحت ان الفاظ میں کی ''پاکستان تو اسی روز وجود میں آ گیا تھا جب ہندوستان میں پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا۔''

آپ پاکستان کی بانی جماعت، آل انڈیا مسلم لیگ کے سربراہ بنے اور خود کو حصول پاکستان کے لیے وقف کر دیا۔ آپ نے مارچ 1940ء منٹو پارک لاہور میں مسلم لیگ کے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے دوقومی نظریہ کی تشریح کی اور فرمایا کہ ہندوستان میں دوقومیں بستی ہیں جن کی کوئی قدر مشترک نہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کے لیے الگ مملکت کی ضرورت ہے۔ اجلاس کے اختتام پر قراردادِ لاہور منظور کروائی گئی

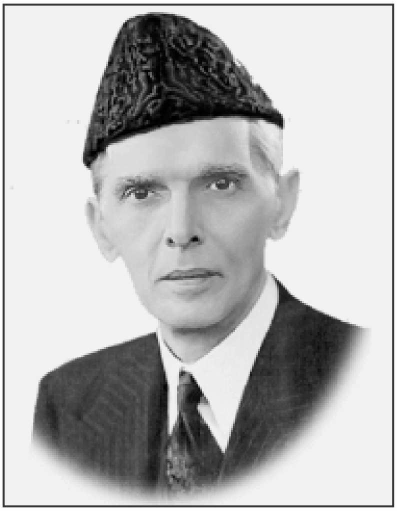

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ

جس میں الگ وطن کا مطالبہ کیا گیا۔

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مارچ 1944ء میں طلبہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''ہمارا راہ نما اسلام ہے اور یہی ہماری زندگی کا مکمل ضابطہ ہے۔''

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے چند دن بعد فرمایا: صرف پاکستان ہی مسلمانوں کی آزادی اور اسلام کی شان وشوکت کا ضامن ہے۔

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مسلم لیگ کے 1943ء کے سالانہ اجلاس منعقدہ کراچی میں فرمایا: ''وہ کون سا رشتہ ہے جس سے منسلک ہونے سے تمام مسلمان جسدِ واحد کی طرح ہیں؟ وہ کون سی چٹان ہے جس پر ملت کی عمارت استوار ہے؟ وہ کون سا لنگر ہے جس سے اُمت کی کشتی محفوظ ہے؟ وہ رشتہ، وہ چٹان اور وہ لنگر اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے۔''

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جون 1945ء میں پشاور میں طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا ''ہماری قوم آزادی حاصل کرنے کی اہل ہے جس میں اسلام کے اصولوں پر عمل درآمد کرنا ممکن ہوگا اور نظریہ اسلام کی حفاظت ہو سکے گی۔''

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کو آگے آنے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا۔''آپ ہی اسلام کے خادم ہیں، آپ منظم ہو جائیں اور اپنے لیے آزادی حاصل کریں۔''

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے 21 مارچ 1948ء کو ڈھاکہ میں عوام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔''میں چاہتا ہوں کہ آپ سندھی، بلوچی، پنجابی، پٹھان اور بنگالی بن کر بات نہ کریں۔ یہ کہنے میں آخر کیا فائدہ ہے کہ ہم پنجابی، سندھی یا پٹھان ہیں، ہم تو بس مسلمان ہیں''

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے علی گڑھ میں خطاب کرتے ہوئے نظریہ پاکستان کو ان الفاظ میں واضح فرمایا ''پاکستان کے مطالبے کا محرک اور مسلمانوں کے لیے جداگانہ مملکت کی وجہ کیا تھی؟ تقسیمِ ہند کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ اس کی وجہ ہندوؤں کی تنگ نظری ہے نہ انگریزوں کی چال، یہ تو اسلام کا بنیادی مطالبہ ہے''

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

فلاحی ورفاہی مملکت کا بہترین تصور اسلام کے سوا کون دے سکتا ہے اور دنیا میں لافانی اصولوں اور قوانین پر مشتمل نظامِ حیات قرآن مجید سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے؟ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی کسی فرقہ واریت کا پرچار نہیں کیا۔ ہمیں قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاکستان کو اُن کے اصولوں کے مطابق بنانا ہوگا۔

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

Allama Muhammad Iqbal (رحمۃ اللہ علیہ)

علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے دو قومی نظریہ کے حوالے سے دعویٰ کیا کہ ہندو اور مسلمان ایک مملکت میں اکٹھے نہیں رہ سکتے اور مسلمان جلد یا بدیر اپنی جداگانہ مملکت بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے برصغیر میں واحد قوم کے وجود کا تصور مسترد کر

دیا اور مسلم قوم کی جداگانہ حیثیت پر زور دیا۔ اسلام کو ایک مکمل نظام مانتے ہوئے علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی بنیاد پر برصغیر کے شمال مغرب میں علیحدہ مسلم ریاست کے قیام کا تصور آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ 1930ء میں پیش کیا۔ انھوں نے واضح کہا''انڈیا ایک برصغیر ہے، ملک نہیں۔ یہاں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے اور مختلف زبانیں بولنے والے لوگ رہتے ہیں۔ مسلم قوم اپنی جداگانہ مذہبی اور ثقافتی پہچان رکھتی ہے۔'' اُن کے لیے ایک الگ ملک خواہ یونین میں ہو یا آزاد ضروری ہے۔

لیاقت علی خاں (Liaqat Ali Khan)

لیاقت علی خاں پاکستان کے پہلے وزیرِاعظم مقرر ہوئے اور پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی میں 7 مارچ 1949ء کو تقریر کرتے ہوئے انھوں نے قراردادِ مقاصد کا مسودہ پیش کیا اور اُس کی وضاحت کچھ یوں کی:۔

لیاقت علی خاں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

''چوں کہ اللہ تعالیٰ ہی کل کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور اسی نے جمہور کی وساطت سے مملکت پاکستان کو اختیارِ حکمرانی اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لیے اجازت عطا فرمائی۔ چوں کہ یہ اختیارِ حکمرانی ایک مقدس امانت ہے لہٰذا جمہور پاکستان کی نمائندہ مجلس دستور ساز فیصلہ کرتی ہے کہ آزاد اور خود مختار مملکت پاکستان کے لیے ایک دستور مرتب کیا جائے۔ جس کی رو سے مملکت تمام حقوق و اختیاراتِ حکمرانی، عوام کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعے سے استعمال کرے۔ جس میں اصول جمہوریت و حریت، مساوات و رواداری اور سماجی عدل کو، جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے، پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے۔

جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ انفرادی اور اجتماعی طور پر، اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات کے مطابق جو قرآن مجید اور سنت رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ میں متعین ہیں، ترتیب دے سکیں۔

جس کی رُو سے اس امر کا قرار واقعی انتظام کیا جائے کہ اقلیتیں آزادی کے ساتھ اپنے مذاہب پر عقیدہ رکھ سکیں اور ان پر عمل کر سکیں اور اپنی ثقافتوں کو ترقی دے سکیں۔

جس کی رو سے وہ علاقے جو اب پاکستان میں داخل ہیں یا شامل ہو گئے ہیں اور ایسے دیگر علاقے جو آئندہ پاکستان میں داخل یا شامل ہو جائیں ایک وفاق بنائیں، جس کے ارکان مقرر کردہ حدود اربعہ ومتعینہ اختیارات کے ماتحت خود مختار ہوں۔

جس کی رو سے بنیادی حقوق کی ضمانت دی جائے اور ان حقوق میں قانون و اخلاق عامہ کے ماتحت مساوات، حیثیت و مواقع، قانون کی نظر میں برابری، سماجی، اقتصادی اور سیاسی عدل، اظہار خیال، عقیدہ، دین، عبادت اور ارتباط (میل جول اور باہمی تعلق کی آزادی) شامل ہو۔

جس کی رو سے اقلیتوں اور پس ماندہ طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کا قرار واقعی انتظام کیا جائے۔

جس کی رو سے عدلیہ کی آزادی مکمل طور پر محفوظ ہو۔

جس کی رو سے وفاق کے علاقوں کی حفاظت، اس کی آزادی اور اس کے جملہ حقوق کا جن میں اس کے بر و بحر اور فضا پر سیادت

کے حقوق شامل ہیں، تحفظ کیا جائے۔ تاکہ اہلِ پاکستان فلاح اور خوش حالی کی زندگی بسر کرسکیں اور اقوام عالم کی صف میں اپنا جائز اور ممتاز مقام حاصل کرسکیں اور امن عالم کے قیام اور بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود میں کماحقہٗ اضافہ کرسکیں۔

جناب والا! میں اس موقعے کو ملک کی زندگی میں بہت اہم سمجھتا ہوں۔ اہمیت کے اعتبار سے صرف حصول آزادی کا واقعہ ہی اس سے بلند تر ہے، کیونکہ حصول آزادی ہی سے ہمیں اس بات کا موقع ملا کہ ہم ایک مملکت کی تعمیر اور اس کے نظام سیاست کی تشکیل اپنے نصب العین کے مطابق کرسکیں۔ میں ایوان کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے کے متعلق اپنے خیالات کا متعدد موقعوں پر اظہار فرمایا تھا، اور قوم نے ان کے خیالات کی غیر مبہم الفاظ میں تائید کی تھی۔''

قراردادِ مقاصد
(Objectives Resolution)

لیاقت علی خان کا پیش کردہ مسودہ قراردادِ مقاصد کی شکل میں 12 مارچ 1949ء کو منظور کیا گیا جو کہ یہ ہے:۔

''اقتدارِ اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جو اپنا اختیار ریاستِ پاکستان کو تفویض کرتا ہے جس کو پاکستان کے منتخب نمائندے مقدس امانت کے طور پر قرآن و سنت کی حدود میں رہ کر استعمال کرسکیں گے۔''

''جمہوریت، آزادی، مساوات، برداشت اور معاشرتی انصاف اسلام کے اصولوں کے مطابق اپنائے جائیں گے۔''

''مسلمان اپنی زندگیاں انفرادی یا اجتماعی طور پر اسلام کی تعلیمات جو قرآن و سنت کے مطابق ہیں، گزار سکیں گے۔''

''اقلیتوں کو مکمل آزادی حاصل ہوگی اور وہ اپنے مذہب کے مطابق زندگیاں گزار سکیں گی۔''

''پاکستان ایک وفاق ہوگا اور عدلیہ کو مکمل آزادی حاصل ہوگی۔''

اسلام اور جدیدیت
(Islam and Modernism)

جدیدیت سے مراد نئے خیالات اور نئے آلات ہیں جنھوں نے انیسویں صدی کے پبلک اور پرائیویٹ تعلقات کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے نئے خیالات کو جنم دیا اور جدید صنعتی معاشرہ قائم کیا۔ جس میں شہروں کو ترقی دی گئی، مادہ پرستی کی پوجا کی گئی اور مذہب سے انکار کیا گیا یعنی جدیدیت نے پرانی روایات مسترد کرتے ہوئے نئی معاشرتی اقدار قائم کیں جن کا مذہب سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

اسلام نے انسانیت کی بہبود و ترقی کے لیے جدید خیالات کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کی ہے۔ قرآنی احکامات کی طے شدہ حدود میں رہتے ہوئے اسلام نے نظریات اور آلات کی جدیدیت کو قبول کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے، (ترجمہ): ''یقیناً ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ہم نے اُن کے ساتھ کتاب بھی اتاری اور میزان (عدل) بھی تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت (جنگی) طاقت بھی ہے اور لوگوں کے لیے دوسرے فائدے بھی اور تاکہ اللہ ظاہر فرما دے کہ کون اُس (کے دین) کی اور اُس کے رسولوں کی بن دیکھے مدد کرتا ہے بے شک اللہ بہت قوت والا بہت غالب ہے۔'' (سورۃ الحدید، آیت نمبر 25)

اس آیت میں لوہے کو اسلحہ اور طاقت سے نسبت دی گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو طاقت ور دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ طاقت صنعتی ترقی اور جدید ٹیکنالوجی سے آسکتی ہے، لہٰذا اسلام میں آلات کی جدّت قابلِ قبول ہے۔

بحیثیت مسلمان ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہماری دنیاوآخرت کی کامیابی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے طریقوں پر چلنے میں ہے اور آپ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے طریقوں سے ہٹ کر ہم کسی چیز میں آگے نہیں بڑھ سکتے۔ اگر ہماری صبح سے لے کر شام تک کی زندگی حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے احکامات کے مطابق ہو تو یہ ہمیں ترقی میں مدد دے گی۔ پاکستان میں اسلامی تہذیب کو اپنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

حدیث پاک ہے ''دانائی کی بات مومن کی گم شدہ چیز ہے۔ وہ اسے جہاں ملے، اسے لینے کا زیادہ حق رکھتا ہے۔''
(سنن ابنِ ماجہ، حدیث نمبر 4169)

مسلمانوں نے کئی صدیوں تک تمام علوم میں پوری دنیا کی قیادت کی ہے لیکن جب مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے طریقوں کو چھوڑا تو ان کا زوال شروع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے دنیا کی بادشاہت اور خلافت کا وعدہ کیا ہے مگر دو شرطوں کے ساتھ، ایک ایمان اور دوسرا عمل صالح والی زندگی۔

جدیدیت کو فروغ دینے میں نوجوان کسی بھی معاشرے کا طاقتور اور متحرک ترین طبقہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس معاشرے کے دوست اور دشمن دونوں اسی کوشش میں ہوتے ہیں کہ نوجوان طبقہ کی توجہ حاصل کر کے انھیں اپنے اہداف کے لیے استعمال کریں۔ پاکستانی معاشرہ میں بھی نوجوان کو بہت اہمیت دی جاتی ہے اور اس کی بہترین تربیت کے لیے دینی و جدید مدارس قائم کیے گئے ہیں۔

اٹھارویں صدی میں یورپ سیاسی، معاشی، معاشرتی اور عسکری میدان میں بہت پیچھے تھا، جب کہ مسلمان آگے تھے۔ یورپ کے صنعتی انقلاب نے حالات بدل دیے، یورپ نے ترقی کرنا شروع کی اور مسلمان پستی میں چلے گئے۔ یہاں بہت سے مسلمان مفکرین نے مسلمانوں کی راہ نمائی کی اور اُن کو ترقی کی راہ پر گامزن کیا۔ اُن کا خیال تھا کہ اسلام اور جدیدیت میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ اگر ہم اسلام کے اصولوں اور نظریات کا از سرِ نو جائزہ لیں تو ہم مغربی دنیا کے چیلنجوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

اسلام میں امن، رواداری اور بقائے باہمی کا فروغ
(Promotion of Peace, Tolerance and Co-Existence in Islam)

اسلام اور امن (Islam and Peace)

پوری دنیا اضطراری کیفیت سے دوچار ہے، ہر جانب بدامنی پھیلی ہوئی ہے، سکون غارت ہے اور ہر انسان اس کے لیے فکر مند ہے۔ بدامنی کا متضاد لفظ امن وسلامتی ہے۔ اسلام امن وامان قائم کرنے کی تعلیم دیتا ہے، اسلام شر پسندی، ڈاکا زنی، دہشت گردی، بدامنی اور سماج دشمنی کی سختی سے ممانعت کرتا ہے۔ اسلام ایسے عناصر کی سزا قتل یا سولی یا جلاوطنی (قید) قرار دیتا ہے تا کہ معاشرہ ایسے عناصر سے پاک ہو۔

اسلام کی بنیاد امن وامان پر ہے اور اسلام ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیتا ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، (ترجمہ): ''جس نے کسی جان کو بغیر کسی جان (کے بدلہ) یا زمین میں بغیر فساد مچانے کے قتل کیا تو گویا اُس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا'' (سورۃ المائدہ، آیت نمبر 32)

اسلام نے جرائم کے سدِباب اور امن وامان کے قیام کے لیے کچھ راہ نما اصول طے کر رکھے ہیں جن پر عمل کرنے سے دنیا امن کا

گہوارا بن سکتی ہے۔

1- اسلام یہ بتاتا ہے کہ اگر دنیا میں امن وسکون چاہتے ہو تو ایک اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ، اپنی اصلاح کرلو، اور اچھے کام کرو۔ قرآن مجید میں اس اصول کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے (ترجمہ): ''اور ہم رسولوں کو بھیجتے رہے ہیں صرف خوش خبری سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر تو جو شخص ایمان لائے اور اصلاح کر لے تو ان کے لیے نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' (سورۃ الانعام، آیت نمبر 48)

ایمان اور امن دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔ دنیا میں ایمان کے بغیر امن کا قیام ناممکن ہے۔

2- قیام امن کا دوسرا اسلامی اصول یہ ہے کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی ہونی چاہیے۔ اس میں کسی طرح کی ملاوٹ نہیں ہونی چاہیے اور تمام آلائشوں سے پاک عبادت کے نتیجہ میں امن وامان قائم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے (ترجمہ): ''جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے نہیں ملایا یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔'' (سورۃ الانعام، آیت نمبر 82)

3- امن وامان کے قیام کے لیے اسلام نے تیسرا اصول یہ بتایا کہ انسانی سماج میں اخوت وہمدردی اور بھائی چارہ کو فروغ دیا جائے، ہر شخص دوسرے کا خیر خواہ ہو اور اس کی عزت وآبرو کا محافظ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وأصحابہٖ وسلم کا فرمان ہے ''تم میں سے کوئی شخص ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔'' (صحیح بخاری، حدیث نمبر 13)، اس اصول کی روشنی میں جب معاشرہ کا ہر فرد اپنے پڑوسی، اپنے شہری اور اپنے ہم وطن بھائی کے لیے خیر اور بھلائی کا جذبہ رکھے گا تو فتنہ وفساد، خانہ جنگی اور دہشت گردی خود بخود ختم ہوجائے گی، پورا معاشرہ اور پورا ملک امن وامان کا گہوارا بن جائے گا۔

اسلام نے جرائم کو جڑ سے ختم کرنے کے لیے جو سزائیں تجویز کی ہیں، بظاہر وہ ''سنگین'' اور ''حقوق انسانی'' کے خلاف نظر آتی ہیں لیکن جرائم کی کثرت اور ان کی سنگین نوعیت نے اب یہ ثابت کر دیا ہے کہ ان کے سدباب کے لیے اسلامی قوانین اہم ہیں۔ اگر ہم شرپسندی، بدعنوانی اور قتل وغارت گری کا خاتمہ چاہتے ہیں تو ہمیں اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں کو اپنانا ہوگا۔

اسلام اور مذہبی رواداری (Islam and Religious Tolerance)

اسلام مذہبی رواداری پر یقین رکھتا ہے اور دوسروں کے عقائد واقدار، جذبات، تہذیب وثقافت وغیرہ کا لحاظ رکھتا ہے۔ مذہبی رواداری کے حوالے سے قرآن وسنت میں صریح ہدایات موجود ہیں۔

رواداری کے تعلق سے قرآن مجید کا سب سے بنیادی اصول یہ ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔ یہ انسان کی آزادی فکر وعقیدہ کا سب سے اہم اعلامیہ (چارٹر) ہے۔ کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی کے فکر وعقیدہ کو دوسروں پر مسلط کرنے کی کوشش کرے۔ ہر فرد کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق جس نظریے کو چاہے اختیار کرے اور جسے چاہے رد کردے۔ اس کا محاسبہ کرنے والی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، وہ قیامت کے دن اس کا محاسبہ کرے گی۔ دنیا میں اس بنیاد پر ایسے شخص کے ساتھ برا اور غیر اخلاقی طرزِ عمل اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ اسے بنیادی انسانی حقوق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

(ترجمہ): ''اللہ ہمارا (بھی) ربّ ہے اور تمھارا (بھی) ربّ ہے ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال ہمارے اور تمھارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں اللہ ہم سب کو جمع فرمائے گا اور اسی کی طرف (سب کو) جانا ہے۔'' (سورۃ الشوریٰ، آیت نمبر 15)۔

اسلام نام ہے زندگی گزارنے کے اس طریقہ کا جو حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام کا تھا اور بعد میں آنے والی تمام انسانیت کا رہے گا۔ اسی طریقہ کی تبلیغ و اشاعت کے لیے دنیا میں نبیوں کا طویل سلسلہ قائم کیا گیا۔

ایسا دین جو ہمیشہ سے سارے انبیائے کرام کا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین رواداری کا درس دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ (ترجمہ): ''بے شک (پسندیدہ) دین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔'' (سورۃ آل عمران، آیت نمبر 19)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت کے لیے جو معاہدہ تحریر فرمایا، اس کے بعض اجزا اس طرح ہیں:۔

''یہ امان ہے جو اللہ تعالیٰ کے غلام امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے اہلِ ایلیا کو دی، یہ امان جان و مال، گرجا، صلیب، تندرست و بیمار اور ان کے تمام اہلِ مذہب کے لیے ہے، نہ ان کے گرجا میں سکونت اختیار کی جائے گی، نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ ان کے احاطے کو نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کمی کی جائے گی، مذہب کے بارے میں ان پر کوئی جبر نہیں کیا جائے گا، نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔

کچھ غیر مسلموں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ان کے گورنر عمرو بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی سخت مزاجی کی شکایت کی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے گورنر کو لکھا۔

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمھارے علاقہ کے غیر مسلموں کو تمھاری سخت مزاجی کی شکایت ہے، اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے، نرمی اور سختی دونوں سے کام لو لیکن سختی ظلم کی حد تک نہ پہنچ جائے۔ ان کے خون سے اپنا دامن محفوظ رکھو''۔

اسلام اور بقائے باہمی (Islam and Co-Existence)

بقائے باہمی کا مطلب ہے دوسرے انسانوں کے ساتھ امن و امان باہمی صلح اور محبت کے ساتھ رہنا ہے۔ دنیا کی آبادی کی غالب اکثریت کسی نہ کسی مذہب کی پیروکار ہے اور ان کے تصورات یعنی رواداری امن وامان، باہمی صلح، بقائے باہمی اور محبت بہت ہی اہم اصول ہیں۔ دنیا میں مذہب کے بغیر امن قائم ہوسکتا ہے اور نہ ہی بقائے باہمی۔ مسلمانوں کے مطابق امن بغیر انصاف کے ممکن نہیں اس لیے اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر فرد کو اپنی مرضی کا مذہب اور عقیدہ اختیار کرنے کا حق حاصل ہے۔

اسلام ہر فرد کو اجازت دیتا ہے کہ جو چاہے وہ مانے اور جو چاہے نہ مانے ۔ اس ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے، (ترجمہ): ''تمھارے لیے تمھارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین ہے۔'' (سورۃ الکافرون، آیت نمبر 6)
(ترجمہ): ''اور اللہ کی راہ میں (اُن سے) لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور زیادتی نہ کرنا بے شک اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' (سورۃ البقرہ، آیت نمبر 190)

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا۔

''تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ جب کہ فوقیت اور برتری کی بنیاد تقویٰ ہے نہ کہ دولت یا اختیار و اقتدار''۔ اسلام میں لوگوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہے۔ کوئی کسی سے برتر نہیں سوائے تقویٰ کے۔ اسلامی قانون میں تمام انسان برابر ہیں اور انھیں یکساں قانونی تحفظ اور ترقی کے مساوی مواقع حاصل ہیں۔

اسلام نے بلاتفریق مذہب وملت انسانی برادری کا جو تصور پیش کیا ہے اگر اُس پر سچائی سے عمل کرلیا جائے تو یہ شر وفساد، ظلم و جبر اور

بے پناہ فسادات سے بھری ہوئی دنیا امن کا گہوارا بن جائے۔

سوالات

-1 ذیل میں دیے گئے چار جوابات میں سے درست پر (✓) کا نشان لگائیں۔

-i نظریہ لفظ آئیڈیالوجی کا ترجمہ ہے۔ آئیڈیالوجی لفظ ہے :

(الف) اردو کا (ب) عربی کا (ج) فرانسیسی کا (د) یونانی کا

-ii قراردادمقاصد 1949ء پیش کرنے والے وزیراعظم کا نام ہے:

(الف) خواجہ ناظم الدین (ب) محمد علی بوگرہ (ج) چودھری محمد علی (د) لیاقت علی خان

-iii برصغیر میں جداگانہ انتخابات کا مطالبہ سب سے پہلے کیا:

(الف) علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے (ب) سرسید احمد خان نے

(ج) چودھری محمد علی نے (د) قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے

-iv قراردادِ لاہور پیش ہوئی:

(الف) 1930ء میں (ب) 1940ء میں (ج)1945ء میں (د) 1950ء میں

-v عدل کے لفظی معنی ہیں:

(الف) پرامن اور خوشحال معاشرہ (ب) اجتماعی بہتری (ج) کردار کی تعمیر و تشکیل (د) کسی صحیح چیز کو صحیح جگہ پر رکھنا

-vi علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے 1930ء میں اپنا مشہور صدارتی خطبہ دیا:

(الف) دہلی میں (ب) لاہور میں (ج) کراچی میں (د) الہ آباد میں

-vii قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے پشاور میں طلبہ سے خطاب کیا:

(الف) 1945ء (ب) 1947ء (ج) 1946ء (د) 1948ء

-viii ”کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر، کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔“ آپ محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وأصحابہ وسلم نے فرمایا:

(الف) نبوت کے فوراً بعد (ب) ہجرت مدینہ کے موقع پر

(ج) حجۃ الوداع کے موقع پر (د) صلح حدیبیہ کے موقع پر

-ix قراردادِ مقاصد پاس ہوئی:

(الف) 1948ء میں (ب) 1949ء میں (ج) 1950ء میں (د) 1951ء میں

-x ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے“ جس سورۃ میں فرمایا:

(الف) سورۃ البقرہ (ب) سورۃ آل عمران (ج) سورۃ النساء (د) سورۃ المائدہ

-2 مختصر جواب دیں۔

-i رواداری کا مفہوم لکھیں۔

-ii بقائے باہمی کا کیا مطلب ہے؟

iii جدیدیت کسے کہتے ہیں؟

-iv نظریہ کی تعریف لکھیں۔

-v خارجہ پالیسی سے کیا مراد ہے؟

-vi دوقومی نظریہ کی تعریف کریں۔

-vii علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے 1930ء میں خطبہ الہ آباد میں کیا فرمایا؟

-viii قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ نے 1943ء کے اجلاس منعقدہ کراچی میں کیا فرمایا؟

-3 تفصیل سے جواب دیں۔

-i اسلام، پاکستان کی نظریاتی اساس ہے۔ بحث کریں۔

-ii اسلام کے بنیادی اصول بیان کریں۔

-iii اسلام امن اور رواداری کو فروغ دیتا ہے، وضاحت کریں۔

-iv ایک اسلامی فلاحی ریاست کے بنیادی اصولوں کا تجزیہ کریں۔

-v پاکستان بحیثیت ایک جدید اسلامی ریاست علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کریں۔

سرگرمیاں

-i قانون ساز اسمبلی میں لیاقت علی خاں کی قرارداد مقاصد 1949ء کے حوالے سے کی گئی تقریر پر طلبہ میں ایک مکالمہ کروائیں۔

-ii امن اور رواداری کے موضوع پر طلبہ کے مابین ایک تقریری مقابلے کا انعقاد کروائیں۔

باب 2

سیاسی اور آئینی ارتقا
(Political and Constitutional Development)

تدریسی مقاصد

اس باب کے مطالعہ کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

1- پاکستان میں جمہوریت کی عمل داری، مسائل اور ترویج کے بارے آگاہی حاصل کر سکیں۔
2- پاکستان میں جمہوریت کو ترقی دینے میں سیاسی جماعتوں کا کردار بیان کر سکیں۔
3- 1956ء کے آئین کے اہم خدوخال کی وضاحت کر سکیں۔
4- 1962ء کے آئین کی اہم خصوصیات کی نشان دہی کر سکیں۔
5- مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے اسباب و اثرات کی نشان دہی کر سکیں۔
6- 1973ء کے آئین کی اہم خصوصیات بیان کر سکیں۔
7- 1973ء کے آئین کے تحت پاکستان کے وفاقی ڈھانچے کی وضاحت کر سکیں۔
8- صوبائی حکومتوں کے انتظامی ڈھانچے کی وضاحت کر سکیں۔
9- 1973ء کے آئین کے تحت پاکستان میں عدلیہ کے کردار کا جائزہ لے سکیں۔
10- 1973ء کے آئین میں دیے گئے بنیادی حقوق کا تجزیہ کر سکیں۔
11- 1973ء کے آئین میں شامل اسلامی دفعات کو بیان کر سکیں۔
12- 1973ء کے آئین میں اہم ترامیم بیان کر سکیں۔

پاکستان میں جمہوریت کی ترقی اور مسائل
(Progress and Problems of Democracy in Pakistan)

قیام پاکستان کے بعد پاکستان میں وفاقی پارلیمانی جمہوری نظام رائج کیا گیا، جو آج تک رائج ہے۔ پاکستان کی پہلی آئین ساز اسمبلی کو اپنے ملک کے لیے آئین بنانے اور پارلیمنٹ کی حیثیت سے کام کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ آئین کی تیاری تک گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935ء پر عمل کیا جائے گا۔ 1949ء میں اسمبلی سے قرارداد مقاصد منظور کروائی گئی۔ جس کے مطابق اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جو اپنا اقتدار پاکستان کے عوام کو تفویض کرتا ہے جن کے نمائندے اس مقدس امانت کو قرآن و سنت کی حدود میں رہتے ہوئے استعمال کریں گے۔

قرارداد مقاصد کی منظوری کے بعد اس بات کا تعین ہو گیا کہ ملک کا دستور کن بنیادوں پر بنایا جائے گا اور اس مقصد کے لیے

دستور ساز اسمبلی کے ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی بھی قائم کر دی گئی، مگر آزادی کے فوراً ہی بعد پاکستان ایسے بے شمار مسائل کا شکار ہو گیا کہ دستور سازی پر بھرپور توجہ نہ دی جا سکی۔ سیاسی عدم استحکام اور نا اہل قیادت کی وجہ سے حکومتیں تیزی سے تبدیل ہونے لگیں۔ ان حالات کے پیش نظر گورنر جنرل غلام محمد نے 24 اکتوبر 1954ء کو دستور ساز اسمبلی تحلیل کر دی اور نئی اسمبلی کے قیام کا اعلان کر دیا۔ دستور سازی کی راہ میں حائل رکاوٹوں میں ایک بڑی رکاوٹ یہ بھی تھی کہ ملک کا مغربی حصہ چار صوبوں، پاکستان کے ساتھ الحاق کرنے والی ریاستوں جب کہ مشرقی حصہ ایک صوبے پر مشتمل تھا۔ اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے مغربی پاکستان کے چاروں صوبوں کو ملا کر ایک صوبہ بنا دیا گیا اور اسے وَن یونٹ کا نام دیا گیا۔ وَن یونٹ کے قیام کے بعد دستور سازی کا کام کافی حد تک آسان ہو گیا۔

نو منتخب وزیر اعظم چودھری محمد علی نے دستور سازی کے کام کی طرف پوری توجہ دی اور اسے مکمل کیا۔ دستور ساز اسمبلی نے 1956ء کے نئے آئین کی منظوری دے دی۔ جس کے مطابق پاکستان اسلامی جمہوریہ ہوگا اور وفاقی پارلیمانی نظام قائم ہوگا۔

یہ آئین اڑھائی سال تک ملک میں نافذ رہا۔ 1958ء میں جنرل محمد ایوب خاں نے مارشل لا نافذ کر کے خود اقتدار سنبھال لیا۔ تمام اسمبلیاں تحلیل کر دی گئیں اور سیاسی جماعتوں پر پابندی لگا دی گئی۔ قوم سے خطاب کرتے ہوئے جنرل محمد ایوب خاں نے کہا کہ ہمارا اصل مقصد جمہوریت کی بحالی ہے۔ ہم جمہوریت کی طرف واپس جائیں گے۔

جنرل محمد ایوب خاں کی کوششوں سے 1962ء میں پاکستان کے دوسرے آئین کا نفاذ ہوا۔ جس کے تحت جنرل محمد ایوب خاں ملک کے صدر منتخب ہوئے۔ وہ 1958ء سے 1969ء تک اقتدار میں رہے۔ 1969ء میں صدر ایوب خاں کے استعفیٰ کے لیے مطالبے میں شدت آ گئی۔ حالات اتنے خراب ہو گئے کہ صدر جنرل محمد ایوب خاں نے مستعفی ہو کر اقتدار آرمی کے کمانڈر انچیف جنرل محمد یحییٰ خاں کو سونپ دیا۔

جنرل محمد یحییٰ خاں نے 25 مارچ 1969ء کو مارشل لا نافذ کیا اور آئین کو منسوخ کر دیا۔ 30 مارچ 1970ء کو جنرل محمد یحییٰ خاں نے لیگل فریم ورک آرڈر (LFO) جاری کیا، جس کے تحت دسمبر 1970ء میں بالغ رائے دہی کی بنیاد پر عام انتخابات منعقد ہوئے۔ مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ اور مغربی پاکستان میں پاکستان پیپلز پارٹی اکثریتی جماعت کے طور پر سامنے آئیں جب کہ مجموعی طور پر عوامی لیگ اکثریتی جماعت بن کر سامنے آئی۔ لہٰذا حکومت بنانے کا حق عوامی لیگ کا تھا مگر اسے اقتدار منتقل نہ کیا گیا۔ مشرقی پاکستان میں اچانک ہنگامے پھوٹ پڑے اور فوج کی حالات پر قابو پانے کی کوشش کامیاب نہ ہو سکی۔ 16 دسمبر 1971ء کو مشرقی پاکستان، پاکستان سے علیحدہ ہو کر بنگلہ دیش کے نام سے ایک نیا ملک بنا۔

بعد ازاں (مغربی) پاکستان میں جنرل یحییٰ خاں نے 20 دسمبر 1971ء کو اقتدار پاکستان پیپلز پارٹی کے راہ نما ذوالفقار علی بھٹو کے سپرد کر دیا۔ اس حکومت نے 14 اگست 1973ء کو پاکستان کا تیسرا آئین نافذ کیا۔ ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت نے آئینی مدت پوری ہونے سے قبل ہی مارچ 1977ء میں انتخابات منعقد کرائے، جس میں پاکستان پیپلز پارٹی کو کامیابی ملی، مگر اس موقع پر حزب اختلاف کی سیاسی جماعتوں نے حکومت پر دھاندلی کا الزام لگایا اور تحریک چلانے کا اعلان کیا۔ حزب اختلاف کی تحریک نے تھوڑے ہی عرصہ میں ملک گیر ہنگاموں کی شکل اختیار کر لی اور حالات حکومتِ وقت کے کنٹرول سے باہر ہونے لگے۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے بری فوج کے سربراہ جنرل محمد ضیاء الحق نے 5 جولائی 1977ء کو ملک میں مارشل لا نافذ کر دیا۔ قومی و صوبائی اسمبلیوں کو ختم کر دیا گیا۔ 1973ء کے آئین کو معطل کر دیا گیا۔ مارشل لا کے دور میں تمام سیاسی سرگرمیوں پر پابندی عائد کر دی گئی اور 1981ء میں ایک عبوری آئین نافذ کیا گیا۔

جمہوریت ''عوام کی حکومت، عوام کے لیے، عوام کے ذریعے سے''

سابق امریکی صدر ابراہم لنکن

دسمبر 1981ء میں صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے ایک نامزد مجلس شوریٰ (قومی اسمبلی) کی تشکیل کا اعلان کیا جو فروری 1985ء تک قائم رہی۔فروری 1985ء میں ملک میں عام انتخابات غیر جماعتی بنیادوں پر کرائے گئے اور 1973ء کے آئین کو ضروری ترامیم کے بعد بحال کر دیا گیا۔ اِن ترامیم کے تحت صدر کے اختیارات میں زبردست اضافہ کر دیا گیا۔23 مارچ 1985ء کو محمد خاں جونیجو ملک کے وزیر اعظم منتخب ہوئے۔30 دسمبر 1985ء کو ملک سے مارشل لا اٹھا لیا گیا۔صرف تین سال اور دو ماہ بعد 29 مئی 1988ء کو صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے محمد خاں جونیجو کی حکومت کو برطرف کر دیا اور قومی وصوبائی اسمبلیاں تحلیل کر دیں۔

17 اگست 1988ء کو صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق ایک فضائی حادثے میں جاں بحق ہو گئے اور سینٹ کے چیئرمین غلام اسحاق خاں صدر بنے جنھوں نے نومبر 1988ء میں انتخابات کا اعلان کیا۔ان انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی قومی اسمبلی میں سب سے بڑی پارٹی کے طور پر سامنے آئی اور پاکستان پیپلز پارٹی کی چیئر پرسن بے نظیر بھٹو نے وزارت عظمیٰ کا عہدہ سنبھالا۔

اگست 1990ء میں صدر غلام اسحاق خاں نے محترمہ بے نظیر بھٹو کی حکومت برطرف کر دی اور اکتوبر 1990ء میں دوبارہ انتخابات کا اعلان کیا۔ان انتخابات کے نتیجے میں اسلامی جمہوری اتحاد کو کامیابی ملی اور محمد نواز شریف ملک کے وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ یہ حکومت بھی اپنی مدت پوری نہ کر سکی اور پہلے بلخ شیر مزاری اور پھر معین قریشی نگران وزیر اعظم نامزد کیے گئے۔ 16 اکتوبر 1993ء کو ملک میں عام انتخابات ہوئے اور ایک دفعہ پھر محترمہ بے نظیر بھٹو ملک کی وزیر اعظم منتخب ہوئیں جب کہ صدر پاکستان کے عہدہ پر فاروق احمد خان لغاری منتخب ہوئے۔ 5 نومبر 1996ء کو صدر پاکستان فاروق احمد خاں لغاری نے محترمہ بے نظیر بھٹو کی حکومت کو برطرف کر دیا۔ملک معراج خالد عبوری وزیر اعظم مقرر ہوئے اور ملک میں نئے انتخابات کا اعلان کیا گیا۔ فروری 1997ء کے انتخابات میں

پاکستان مسلم لیگ (ن) نے نمایاں کامیابی حاصل کی اور محمد نواز شریف دوسری بار ملک کے وزیر اعظم منتخب ہوئے۔

12 اکتوبر 1999ء کو بری فوج کے سربراہ جنرل پرویز مشرف نے محمد نواز شریف کی حکومت کو ختم کر کے اقتدار سنبھال لیا۔ آئین کو معطل کر دیا اور ایک عبوری آئین (PCO) کا اعلان کیا گیا۔ صدر پاکستان جنرل پرویز مشرف نے ملک میں نئے عام انتخابات کروانے کا اعلان کیا۔ 10 اکتوبر 2002ء کو ملک میں قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے جن کے نتیجے میں میر ظفر اللہ خاں جمالی ملک کے وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ قومی اسمبلی کے انتخابات کے بعد فروری 2003ء میں سینٹ کے انتخابات بھی مکمل ہوئے۔

جون 2004ء میں میر ظفر اللہ خاں جمالی کے استعفے کے بعد چودھری شجاعت حسین نے دو ماہ کے لیے وزارت عظمیٰ کا قلمدان سنبھالا اور شوکت عزیز کو آئندہ کا وزیر اعظم نامزد کیا گیا۔ اگست 2004ء میں شوکت عزیز ملک کے وزیر اعظم بنے۔ 15 نومبر 2007ء کو قومی اسمبلی اپنی پانچ سالہ مدت پوری کر کے تحلیل ہوگئی۔ میاں محمد سومرو نگران وزیر اعظم مقرر ہوئے۔ 29 نومبر 2007ء کو جنرل (ریٹائرڈ) پرویز مشرف نے سویلین صدر کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔

18 فروری 2008ء کے انتخابات میں پاکستان پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) نے نمایاں کامیابی حاصل کی اور پیپلز پارٹی کے سید یوسف رضا گیلانی پاکستان کے وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ 18 اگست 2008ء کو صدر پاکستان جنرل (ریٹائرڈ) پرویز مشرف مستعفی ہوئے اور سینٹ کے چیئرمین میاں محمد سومرو نے قائم مقام صدر کا عہدہ سنبھالا۔ 9 ستمبر 2008ء کو آصف علی زرداری نے صدر پاکستان کی حیثیت سے حلف اٹھایا۔ 22 جون 2012ء کو یوسف رضا گیلانی کی نااہلی کے بعد راجا پرویز اشرف نے نئے وزیر اعظم کا عہدہ سنبھالا۔ اس اسمبلی کی مدت 2013ء میں ختم ہوئی۔ مئی 2013 میں عام انتخابات ہوئے جس میں پاکستان مسلم لیگ (ن) نے کامیابی حاصل کی اور میاں محمد نواز شریف نے تیسری بار وزارت عظمیٰ کا منصب سنبھالا۔ اس کے بعد 9 ستمبر 2013ء کو ممنون حسین پاکستان کے صدر منتخب ہوئے۔ جولائی 2017 میں نواز شریف کی نااہلی کے بعد بقیہ مدت کے لیے شاہد خاقان عباسی وزیر اعظم منتخب کیے گئے۔ جولائی 2018ء میں عام انتخابات منعقد ہوئے جس میں پاکستان تحریک انصاف اکثریتی جماعت بن کر ابھری اور عمران خان ملک کے وزیر اعظم بنے۔ اپریل 2022ء میں وزیر اعظم عمران خان کے خلاف تحریک عدمِ اعتماد کی کامیابی کے بعد میاں محمد شہباز شریف ملک کے نئے وزیر اعظم منتخب ہوئے۔ اب ملک عزیز میں جمہوریت کا سفر جاری ہے۔

جمہوری نظام کی کامیابی کے لیے سیاسی جماعتوں کا کردار
(Role of Political Parties in Promoting Democracy in Pakistan)

سیاسی جماعتیں جمہوریت کی کامیابی کے لیے ضروری ہیں اور یہ رائے عامہ تشکیل دینے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ سیاسی جماعتیں، اپنے پلیٹ فارم، میڈیا اور پریس کے ذریعے سے عوام کو اہم قومی مسائل سے آگاہ کرتی ہیں اور اپنے انتخابی منشور اور ترقیاتی پروگرام کا اعلان کرتی ہیں، اس طرح عوام کو مختلف معاملات اور امور کے بارے میں اپنی رائے کی تشکیل میں بڑی مدد ملتی ہے، جس کا اظہار وہ انتخابات میں اپنے ووٹ کے ذریعے سے کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہندوستانی مسلمانوں کی آزادی کے لیے قیام پاکستان میں مسلم لیگ کا کردار بہت اہم تھا۔ سیاسی جماعتوں کے مندرجہ بالا فرائض ان کی ضرورت و اہمیت ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں، تاہم ان کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

جمہوری نظام کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے لیے سیاسی جماعتوں کا وجود ناگزیر ہے۔ کیوں کہ سیاسی جماعتیں جمہوریت کی جان اور روح ہوتی ہیں۔ وہ انتخابات کے لیے اپنے امیدوار نامزد کرتی ہیں۔ سیاسی جماعتوں کے بغیر جمہوریت غیر فعال ہے۔ جمہوری نظام کو انتشار اور فرقہ واریت سے محفوظ رکھنے میں سیاسی جماعتیں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں سیاسی جماعتیں عوام میں سیاسی سوجھ بوجھ پیدا کرتی ہیں۔ اگر لوگ کسی حکومت کو نا اہل اور بد دیانت سمجھتے ہیں اور اس کی جگہ متبادل حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں تو ان کی اس خواہش کی تکمیل پارلیمانی نظام میں حزب اختلاف کے ذریعے سے ہو سکتی ہے۔ لاول (Lowell) کہتا ہے کہ سیاسی جماعتوں کے بغیر عوام کی حکومت کا تصور محض وہم و خیال ہے۔ جہاں حق رائے دہی وسیع ہوگا، وہاں سیاسی جماعتیں یقیناً وجود میں آئیں گی اور عنانِ حکومت لازماً ایسی جماعت یا جماعتوں کے ہاتھ میں ہوگی جن کو عوام کی اکثریت کی حمایت حاصل ہوگی۔ سیاسی جماعتیں رائے عامہ ہموار کرتی ہیں' سیاسی جماعتوں کی اہمیت کے بارے میں لاول (Lowell) لکھتا ہے۔ ''سیاسی جماعتوں کا لازمی فرض اور ان کے وجود کا مقصد یہی ہے کہ وہ رائے عامہ کو منظم کریں اور عوام کے فیصلے کے لیے مسائل کا حل پیش کریں''۔

1956ء کے آئین کی اہم خصوصیات
(Salient Features of the Constitution 1956)

پاکستان کو اپنے قیام ہی سے آئین سازی میں مشکلات کا سامنا رہا۔ قرارداد مقاصد دستور سازی کی طرف پہلا بڑا اقدم تھا۔ بہر حال بڑی کوششوں کے بعد 1956ء میں پاکستان کا پہلا آئین تیار ہوا جو کہ 23 مارچ 1956ء کو نافذ ہوا۔

اس آئین کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:۔

1- 1956ء کے آئین کو تحریری شکل میں تیار کیا گیا تھا۔ پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دیا گیا۔ ملک میں وفاقی پارلیمانی نظام حکومت قائم کیا گیا۔ صدر مملکت کا مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا۔

2- آئین میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت، اختیارات کا عوامی نمائندوں کے ذریعے استعمال، قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزارنے کا ماحول اور اقلیتوں کو مکمل مذہبی آزادی دینے کا اعلان کیا گیا۔

3- آئین کے مطابق مرکز میں قومی اسمبلی ہوگی جس کے ارکان کی کل تعداد 300 ہوگی، آدھے مشرقی پاکستان اور آدھے مغربی پاکستان سے پانچ سال کے لیے منتخب ہوں گے، دس خواتین کی نشستیں ہوں گی جو پانچ مغربی اور پانچ مشرقی پاکستان سے ہوں گی۔

4- آئین میں اس بات کی نشان دہی کر دی گئی کہ شہریوں کو بہتر زندگی بسر کرنے اور اپنی صلاحیتوں کے اظہار کے لیے مکمل شہری حقوق فراہم کیے جائیں گے۔

5- اس بات کی ضمانت فراہم کی گئی کہ عدلیہ اپنے فرائض کی ادائی کے لیے تمام دباؤ سے آزاد ہوگی۔ اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کو ملازمت کا تحفظ فراہم کیا جائے گا۔

6- 1956ء کے دستور کے مطابق اردو اور بنگالی دونوں کو قومی زبانیں قرار دیا گیا۔

آئین کی منسوخی (Repeal of the Constitution)

1956ء کا آئین نو سال کی انتھک محنت اور کوششوں کے بعد منظور ہوا تھا، مگر پاکستان کے مخصوص حالات اور سیاست دانوں کی

باہمی چپقلش، جمہوری اداروں میں فوج اور بیوروکریسی کی بے جامداخلت اوراعلیٰ قیادت کے فقدان نے آئین کوزیادہ دیر تک چلنے نہ دیا۔ 1956ء کا یہ آئین دوسال اور 7 ماہ تک نافذ رہا جس کے بعد اکتوبر 1958ء میں پاکستان آرمی کے کمانڈر انچیف جنرل محمد ایوب خاں نے ملک کی جمہوری حکومت کو برطرف کر کے فوجی حکومت قائم کر دی اور تمام اختیارات خود سنبھال لیے۔ جنرل محمد ایوب خاں نے 1956ء کا آئین منسوخ کر دیا۔ وفاقی اور تمام صوبائی اسمبلیاں ختم کر دیں اور خود صدر پاکستان اور چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کا عہدہ سنبھال لیا۔

1962ء کے آئین کی خصوصیات
(Salient Features of the Constitution of 1962)

صدر جنرل محمد ایوب خاں نے ملک کے لیے نیا آئین بنانے کے لیے ایک دستوری کمیشن قائم کیا۔ کمیشن نے اپنی سفارشات 1961ء میں صدر کو پیش کیں۔ صدر نے ان سفارشات میں اپنی مرضی کی ترامیم کے بعد پاکستان کے لیے ایک نیا آئین تیار کیا جسے 8۔ جون 1962ء کو نافذ کیا گیا۔

(i) 1962ء کا آئین تحریری تھا جو کہ 250 دفعات اور 5 گوشواروں پر مشتمل تھا۔

(ii) 1962ء کا آئین وفاقی نوعیت کا تھا' دستور میں پاکستان کے دونوں حصوں کو برابر نمائندگی دی گئی یعنی وفاقی اسمبلی میں کل ارکان کی تعداد 156 آدھے مغربی اور آدھے مشرقی پاکستان سے ہوں گے جن میں 6 خواتین، تین مغربی اور تین مشرقی پاکستان سے ہوں گی۔

(iii) 1962ء کے دستور کے تحت ملک میں صدارتی طرز حکومت رائج کیا گیا۔ صدر کا انتخاب ایک انتخابی ادارہ (Electoral College) پانچ سال کے لیے کرے گا۔ الیکٹورل کالج کے ارکان کی تعداد 120,000 ہو گی نصف مغربی اور نصف مشرقی پاکستان سے ہوں گے۔

(iv) 1962ء کے دستور میں کئی اسلامی دفعات شامل کی گئیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی حاکمیت، اقتدار اللہ تعالیٰ کی امانت اور اس کا عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعے سے استعمال، پاکستان کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان اور سربراہ ریاست کے لیے مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا۔

(v) عدلیہ آزاد ہو گی جو سپریم کورٹ اور ہائی کورٹس پر مشتمل ہو گی۔ ججوں کا تقرر صدرِ پاکستان کرے گا۔ سپریم کورٹ کے ججوں کی ریٹائرمنٹ کے لیے عمر کی حد 65 سال اور ہائی کورٹ کے جج کے لیے ریٹائرمنٹ کی حد عمر 62 سال ہو گی۔

(vi) عوام کو بہتر زندگی گزارنے اور اپنی صلاحیتوں کے اظہار کے لیے کئی حقوق دیے گئے، جن کو شہریوں کے بنیادی حقوق کہتے ہیں۔

(vii) 1962ء کے آئین میں اُردو اور بنگالی دونوں کو پاکستان کی قومی زبانیں قرار دیا گیا۔

1962ء کے آئین کی منسوخی (Repeal of the Constitution 1962)

صدر جنرل محمد ایوب خاں نے قریباً 10 سال حکومت کی۔ ان کے دور میں کئی اصلاحات نافذ ہوئیں اور ملک نے صنعتی میدان میں کافی ترقی کی۔ جنرل محمد ایوب خاں کی آمرانہ حکومت کے خلاف عوام نے زبردست تحریک چلائی اور حالات حکومت کے کنٹرول سے باہر ہونے لگے۔ آئین کی رُو سے تمام اختیارات صدر پاکستان کے پاس تھے۔ ان حالات کے پیشِ نظر ایک دفعہ پھر ملک میں مارشل لا نافذ کر دیا گیا۔ 25 مارچ 1969ء کو جنرل آغا محمد یحییٰ خاں نے حکومت سنبھال لی اور 1962ء کے آئین کو منسوخ کر دیا۔

مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے اسباب واثرات
(Reasons and Impacts of Separation of East Pakistan)

واقعات (Events)

پاکستان کے پہلے عام انتخابات 1970ء میں ہوئے اور ان انتخابات میں مشرقی پاکستان میں مجیب الرحمٰن کی عوامی لیگ اور مغربی پاکستان سے ذوالفقار علی بھٹو کی جماعت پاکستان پیپلز پارٹی نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔ اقتدار کی ہوس، سیاست دانوں کی باہمی عداوتیں اور جنرل یحییٰ خاں کی اقتدار سے چمٹے رہنے کی خواہش نے مشرقی پاکستان کے لوگوں میں احساس محرومی کو مزید ہوا دی جو آخر کار دسمبر 1971ء میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا باعث بنی اور بنگلہ دیش کے نام سے ایک نیا ملک دنیا کے نقشے پر قائم ہوا۔

پاکستان کو اپنی آزادی کے دن ہی سے بے شمار مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ ان مسائل میں ایک بڑا مسئلہ یہ تھا کہ پاکستان دو حصوں یعنی مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان پر مشتمل تھا اور ان دونوں کے درمیان براہ راست زمینی رابطہ نہیں تھا۔ دوسرا یہ کہ مغربی پاکستان چار صوبوں پر مشتمل تھا جب کہ مشرقی پاکستان صرف ایک صوبہ پر مشتمل تھا مگر آبادی کے لحاظ سے اکثریت میں تھا۔ دونوں حصوں میں بولی جانے والی زبانیں بھی مختلف تھیں۔ اس کے علاوہ زندگی کے دیگر معاملات میں بھی دونوں حصوں میں بسنے والے لوگوں کا نقطہ نظر ایک دوسرے سے کافی مختلف تھا۔

جب جنرل محمد یحییٰ خاں نے 1969ء میں حکومت سنبھالی تو انھوں نے اعلان کیا کہ ملک میں عام انتخابات کروائے جائیں گے اور اکثریتی جماعت حکومت بنائے گی۔ ملک کے پہلے عام انتخابات 7 دسمبر 1970ء کو ہوئے۔ ان انتخابات کے نتیجے میں مشرقی پاکستان سے شیخ مجیب الرحمٰن کی عوامی لیگ نے زبردست کامیابی حاصل کی مگر مغربی پاکستان سے اُسے کوئی بھی سیٹ نہ مل سکی۔ یہی صورت حال مغربی پاکستان کی سیاسی جماعتوں کی تھی۔ پاکستان پیپلز پارٹی نے مغربی پاکستان میں نمایاں کامیابی حاصل کی لیکن مشرقی پاکستان میں اس کا کوئی نمائندہ نہیں تھا۔

انتخابات کے بعد اقتدار کی جنگ نے ایک نئی صورت اختیار کر لی۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے اپنے چھے نکات پر مبنی منشور کی بنیاد پر حکومت کے قیام کا اعلان کیا جب کہ پیپلز پارٹی نے اس کی بھرپور مخالفت کی۔ جنرل محمد یحییٰ خاں کی ہوس اقتدار سے حالات مزید خراب ہو گئے۔ اسی دوران میں شیخ مجیب الرحمٰن نے ریاستی معاملات میں عدم تعاون کی تحریک کا اعلان کر دیا۔ جگہ جگہ قتل و غارت، عدم تعاون، ٹیکس ادا کرنے سے انکار، ہڑتالیں، عدالتوں کا بائیکاٹ اور ملازمین کا کام پر نہ جانا آئے دن کا معمول بن گیا۔

حالات پر قابو پانے کے لیے جنرل ٹکا خاں کو مشرقی پاکستان کا نیا گورنر مقرر کیا گیا مگر صورت حال میں بہتری نہیں آئی۔ اسی دوران میں شیخ مجیب الرحمٰن نے متوازی حکومت قائم کر لی۔ شیخ مجیب الرحمٰن نے انتخابات کے نتائج اور عوامی حمایت کی فضا کو دیکھتے ہوئے چھے نکات کی منظوری کے بغیر تعاون سے انکار کر دیا۔ ہندوستان کی بھرپور حمایت اور امداد کے تحت شیخ مجیب الرحمٰن نے اپنے چھے نکات میں مزید سخت شرائط کا اعلان کر دیا۔

23 مارچ 1971ء کو شیخ مجیب الرحمٰن نے اپنے گھر پر بنگلہ دیش کا پرچم لہرا دیا۔ ان حالات میں شیخ مجیب الرحمٰن کی گرفتاری نے حالات کو مزید خراب کر دیا۔ خانہ جنگی اپنے عروج پر پہنچ گئی۔ ہندوستان مکمل طور پر عوامی لیگ کی حمایت کر رہا تھا اور اپنے غنڈوں کو

مشرقی پاکستان بھیج رہا تھا جو مکتی باہنی کے کارکنوں سے مل کر پاکستانی فوجیوں اور عام محب وطن شہریوں کو قتل کر رہے تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں مشرقی پاکستانیوں نے بھارت کی طرف ہجرت شروع کر دی۔ ہندوستان کی حکومت نے مہاجرین کی مدد کا بہانہ بنا کر مشرقی پاکستان پر حملہ کر دیا۔

زمینی رابطہ کٹ جانے اور مقامی لوگوں کے عدم تعاون کی وجہ سے مشرقی پاکستان میں فوری اور موثر کارروائی نہ ہوسکی اور ہماری افواج کو مجبوراً ہتھیار ڈالنا پڑے۔ بھارت آخر کار اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا اور 16 دسمبر 1971ء کو مشرقی پاکستان ایک الگ ملک بنگلہ دیش کے نام سے دنیا کے نقشے پر نمودار ہوا۔ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی وجوہات کا مختصر جائزہ مندرجہ ذیل عوامل سے لیا جاسکتا ہے:۔

i- نااہل ملکی قیادت (Incompetent National Leadership)

قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ملک میں کوئی ایسا راہ نما نہ تھا جس پر تمام پاکستانیوں کا اتفاق رائے ہوتا۔ قیادت کے فقدان نے مشرقی پاکستان کے لوگوں میں احساس محرومی کو مزید ہوا دی۔ عوامی لیگ کے صدر شیخ مجیب الرحمٰن کے چھے نکات نے بھی علیحدگی پسند رجحانات کو کافی تقویت دی۔

ii- ہندوؤں کے اثرات (Influences of Hindus)

مشرقی پاکستان میں تجارت اور سرکاری ملازمتوں پر کافی تعداد میں ہندو چھائے ہوئے تھے اور وہ ایک خاص منصوبہ کے تحت لوگوں کے اندر علیحدگی کے جذبات کو ابھار رہے تھے۔ مشرقی پاکستان میں تعلیم کا شعبہ پوری طرح ہندوؤں کے کنٹرول میں تھا۔ انھوں نے بنگالیوں کو پاکستان کے خلاف پوری طرح تیار کیا اور ان کے جذبات کو ابھارا۔

iii- معاشی پسماندگی (Economic Backwardness)

مشرقی پاکستان معاشی لحاظ سے پسماندہ علاقہ تھا۔ کسی بھی حکومت نے اس علاقہ کی معاشی پسماندگی کو دور کرنے کے لیے خاطر خواہ اقدامات نہ کیے۔ اس طرح بنگالیوں میں احساس محرومی بڑھتا گیا۔

iv- زبان کا مسئلہ (Language Problem)

زبان کا مسئلہ اگرچہ 1956ء اور 1962 کے دستور میں حل ہوگیا تھا مگر مشرقی پاکستان کے لوگوں کے اندر زبان کے حوالے سے ایک احساس محرومی پیدا ہو چکا تھا، جس کو ان اقدامات کے باوجود بھی ختم نہ کیا جاسکا۔

v- بھارت کی بے جا مداخلت (India's Undue Interference)

بھارت کی مشرقی پاکستان کے معاملات میں بے جا مداخلت نے بھی حالات کو خراب کیا۔ بھارت نے مکتی باہنی کے کارکنوں کو تربیت اور امداد دینے کے علاوہ علیحدگی پسندانہ رجحانات کی بھی سرپرستی کی۔

vi- 1970ء کے عام انتخابات (General Elections 1970)

1970ء کے عام انتخابات نے حالات کو ایک نئی کروٹ دی اور مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کی مکمل کامیابی کے بعد لوگوں نے ایک نئے انداز سے سوچنا شروع کر دیا۔

اثرات (Impacts)

مشرقی پاکستان کی علیحدگی قوم کے لیے شدید دھچکا ثابت ہوئی ۔حکومت،فوج اور عوام کا مورال گر گیا اور ان پر مایوسی کے بادل چھانے لگے۔مشرقی پاکستان کی علیحدگی سے پاکستان کی معاشی حالت کمزور ہوگئی ۔قومی اتحاد و یک جہتی کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ان حالات میں ایک فعال قیادت کی اشد ضرورت تھی جو لوگوں میں مایوسی ختم کر کے ان میں جینے کی امنگ پیدا کرے۔

بنگلہ دیش کے قیام کے بعد جنرل یحییٰ خاں نے باقی ماندہ (مغربی) پاکستان میں اقتدار پاکستان پیپلز پارٹی کے سربراہ ذوالفقار علی بھٹو کے سپرد کر دیا کیوں کہ اس جماعت کو 1970ء کے انتخابات میں مغربی پاکستان میں اکثریت حاصل ہوئی تھی۔اس طرح ذوالفقار علی بھٹو نے پاکستان کی تاریخ کے پہلے سول مارشل لا ایڈمنسٹریٹر کی حیثیت سے عہدہ سنبھالا۔ملک کا نظام چلانے کے لیے ایک عبوری آئین 1972ء میں بنایا گیا اور مستقبل کے آئین کے لیے نومنتخب قومی اسمبلی کے 25۔ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی جس میں اُن تمام سیاسی جماعتوں کے نمائندے شامل تھے جن کی قومی اسمبلی میں نمائندگی تھی۔

کمیٹی نے اپنی سفارشات مسودہ کی شکل میں 31 دسمبر 1972ء کو قومی اسمبلی میں پیش کیں۔قومی اسمبلی نے ان سفارشات اور آئینی مسودہ کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد 10۔اپریل 1973ء کو اسے منظور کر لیا۔

پاکستان کا پہلا متفقہ آئین جسے تمام سیاسی جماعتوں کی حمایت و تائید حاصل تھی،14 اگست 1973ء کو نافذ کیا گیا جو کہ اب تک مختلف ترامیم اور تبدیلیوں کے ساتھ ملک میں رائج ہے۔

1973ء کے آئین کی اہم خصوصیات
(Salient Features of the Constitution of 1973)

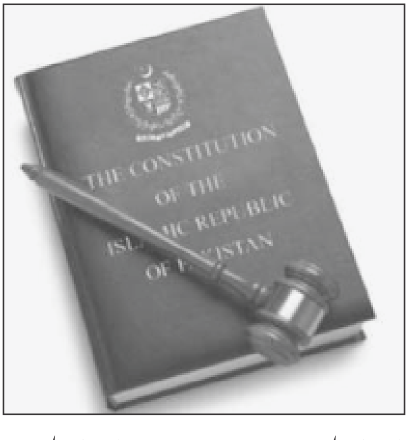

1973ء کے آئین کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:۔

1- 1973ء کا آئین تحریری شکل میں ہے جو کہ 280 دفعات پر مشتمل ہے۔
2- قراردادِ مقاصد کو آئین کے دیباچے میں شامل کیا گیا۔
3- ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا۔
4- پاکستان کا سرکاری مذہب اسلام اور صدر اور وزیر اعظم کا مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا۔
5- مسلمان کی تعریف کی گئی اور احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔
6- 1973ء کے آئین کے تحت ملک میں وفاقی پارلیمانی نظام حکومت رائج کیا گیا۔
7- 1973ء کے آئین کے تحت قانون ساز ادارے کے دو ایوان رکھے گئے،جن کو قومی اسمبلی اور سینٹ کا نام دیا گیا۔قومی اسمبلی کے ارکان کی کل تعداد 342 ہوگی جن میں 60 عورتیں اور 10 غیر مسلم ہوں گے۔سینٹ کے ارکان کی کل تعداد 104 ہوگی جس میں 17 خواتین اور 4 غیر مسلم ہوں گے جس میں ہر صوبے سے 22، فاٹا سے 8 اور وفاقی دارالحکومت سے 4 ارکان شامل ہوں گے۔
8- آئین کے تحت عدلیہ کی آزادی کی مکمل ضمانت فراہم کی گئی۔

9- آئین میں اس بات کی وضاحت کردی گئی کہ قانون کی نظر میں تمام شہری برابر ہیں۔

10- آئین میں شہریوں کو بنیادی حقوق کی فراہمی کا مکمل تحفظ فراہم کیا گیا۔

11- آئین کے تحت اُردو کو پاکستان کی قومی زبان قرار دیا گیا۔

مزید جانیے! (Learn More)

چوبیسویں ترمیم 2017ء میں ہوئی جس کی رو سے مردم شماری کے بعد قومی اسمبلی کے ارکان کی تعداد 342 سے کم ہو کر 336 ہو جائے گی اور پچیسویں ترمیم کی رو سے سینٹ کے ارکان کی تعداد 2024ء میں 104 سے کم ہو کر 96 رہ جائے گی۔ فاٹا کے خیبر پختونخوا میں ضم ہونے کے بعد اس کے 8۔ ارکان ختم ہو جائیں گے۔

1973ء کے آئین کے تحت وفاقی ڈھانچا
(Federal Structure under the Constitution of 1973)

1- صدر پاکستان (President of Pakistan)

ملک کا سربراہ صدر پاکستان ہوتا ہے جس کا انتخاب دونوں ایوانوں کے ارکان اور صوبائی اسمبلیوں کے ارکان پانچ سال کے لیے کرتے ہیں۔ صدر پاکستان، وزیر اعظم کے مشورے پر عمل کرتا ہے، پارلیمنٹ کے پاس شدہ بلوں کو منظور کرتا ہے یا واپس بھجواتا ہے اور آرڈی نینس جاری کر سکتا ہے۔ صدر پاکستانی سفیروں کا تقرر کرتا ہے اور غیر ممالک کے سفیروں کے کاغذات نامزدگی وصول کرتا ہے۔ ملک کو اندرونی یا بیرونی کوئی خطرہ ہو تو ہنگامی حالات کا اعلان بھی کر سکتا ہے۔

2- وزیر اعظم (Prime Minister)

وزیر اعظم وفاقی حکومت کا سربراہ ہوتا ہے۔ اس کا انتخاب قومی اسمبلی کثرت رائے سے کرتی ہے اور اسمبلی میں اکثریت حاصل

پارلیمنٹ ہاؤس، اسلام آباد

رہنے تک وہ اپنے عہدے پر فائز رہ سکتا ہے۔وزیر اعظم کی مدد کے لیے وفاقی کابینہ ہوتی ہے۔جس کے ارکان کا انتخاب وزیر اعظم، پارلیمنٹ کے ارکان میں سے کرتا ہے۔ وزیر اعظم اور ان کی کابینہ اپنی تمام کارکردگی کے لیے پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ ہوتے ہیں۔ وزیر اعظم کو تمام انتظامی اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔اسے قانون سازی، بجٹ سازی اور امور دفاع میں اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔

3- وفاقی کابینہ (Federal Cabinet)

وفاقی کابینہ وزیر اعظم اور وزرا پر مشتمل ہوتی ہے جو کہ وفاقی حکومت کے تمام امور چلاتی ہے۔ وفاقی کابینہ میں دو قسم کے وزرا ہوتے ہیں، وفاقی وزرا اور وزرائے مملکت جو وزیر اعظم کی خوشنودی تک اپنے عہدے پر برقرار رہتے ہیں۔

(الف) وفاقی وزیر (Federal Minister)

وفاقی وزیر وزارت کا سیاسی سربراہ ہوتا ہے جو وزارت اور وزیر اعظم کے درمیان ایک رابطہ کار کی حیثیت رکھتا ہے اور ایوان میں اپنی وزارت کی نمائندگی کرتا ہے نیز اپنی وزارت پر کیے گئے سوالات کے جواب دیتا ہے۔

(ب) وزیر مملکت (Minister of State)

وزارت کے اندر ایک یا دو ڈویژن ہوتے ہیں۔ وزیر مملکت ڈویژن کا سیاسی سربراہ ہوتا ہے جو اپنی ڈویژن اور وزیر اعظم کے درمیان رابطہ کے طور پر کام کرتا ہے۔ پارلیمنٹ میں اپنی ڈویژن کی نمائندگی کرتا ہے اور اس پر اٹھائے گئے سوالات کے جواب دیتا ہے۔

4- سیکرٹری (Secretary)

وزارت کا انتظامی سربراہ سیکرٹری ہوتا ہے جو کہ وفاقی حکومت کا گریڈ 22 کا ملازم ہوتا ہے۔ وہ وفاقی وزرا کو پالیسی بنانے اور دیگر کاروبار حکومت چلانے میں مدد دیتا ہے۔ وہ اپنے وزیر کے ذریعے سے وزیر اعظم تک اپنی تجاویز بھیجتا ہے جن کو منظوری کے بعد شائع کرتا ہے۔ سیکرٹری صرف پالیسی نہیں بناتا بلکہ اس کو لاگو بھی کرتا ہے۔ وہ ڈویژن، منسلکہ محکمہ جات، ماتحت دفاتر اور خود مختار اور نیم خود مختار اداروں کی نگرانی بھی کرتا ہے۔

5- ایڈیشنل سیکرٹری (Additional Secretary)

ڈویژن کا انتظامی سربراہ ایڈیشنل سیکرٹری ہوتا ہے جو کہ گریڈ 21 کا وفاقی حکومت کا ملازم ہوتا ہے۔ وہ وزیر مملکت کو پالیسی بنانے اور دیگر فیصلے کرنے میں مدد کرتا ہے۔ وہ اپنے وزیر مملکت یا متعلقہ وزیر کے ذریعے اپنی تجاویز وزیر اعظم کو بھیجتا ہے جن کو منظوری کے بعد شائع کرتا ہے۔ وہ اپنی ڈویژن میں وہی فرائض سرانجام دیتا ہے جو سیکرٹری اپنی وزارت میں سرانجام دیتا ہے۔ جب ایڈیشنل سیکرٹری، سیکرٹری کے ماتحت کے طور پر کام کرتا ہے تو وہ وہی کام کرتا ہے جس کا سیکرٹری حکم دیتا ہے اور اپنی تجاویز سیکرٹری کے ذریعے سے وزیر تک بھیجتا ہے۔

6- جوائنٹ سیکرٹری (Joint Secretary)

جوائنٹ سیکرٹری وفاقی حکومت کا گریڈ 20 کا آفیسر ہوتا ہے اور ایڈیشنل سیکرٹری سے جونیئر ہوتا ہے۔ وزارت میں تیسرے نمبر پر اور ڈویژن میں دوسرے نمبر پر آتا ہے۔ یہ ایڈیشنل سیکرٹری کی مدد کرتا ہے، اور اس کے احکام وصول کر کے نیچے بھیجتا ہے۔ اس طرح نیچے سے رپورٹ وصول کر کے اوپر بھیجتا ہے۔ اپنے ونگ کا انچارج ہوتا ہے اور اس کے تمام کاموں کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

7- ڈپٹی سیکرٹری (Deputy Secretary)

ڈپٹی سیکرٹری وفاقی حکومت کا گریڈ 19 کا آفیسر ہوتا ہے، عام طور پر اپنی برانچ کا انچارج ہوتا ہے۔ ہر حکم اوپر سے وصول کرتا

ہے اور سیکشن آفیسر کو دیتا ہے اور سیکشن آفیسر سے رپورٹ وصول کر کے اوپر بھیجتا ہے۔ فیصلوں کو لاگو کرنے میں مدد دیتا ہے اور اپنی برانچ کے دوسرے ملازمین کی نگرانی کرتا ہے۔

-8 سیکشن آفیسر (Section Officer)

سیکشن آفیسر گریڈ 17 یا 18 کا وفاقی حکومت کا آفیسر ہوتا ہے اور اپنے سیکشن کا انچارج ہوتا ہے۔ وہ اپنے سیکشن کے روزانہ کے کاموں کو نمٹاتا ہے، حکام بالا کے احکامات کو عملی جامہ پہناتا ہے اور اپنے سیکشن کے دیگر ملازمین کی نگرانی کرتا ہے۔

صوبائی حکومتوں کا ڈھانچا
(Structure of Provincial Governments)

صوبائی حکومت کی تنظیم اور اس کا طریق کار وفاقی حکومت سے ملتا جلتا ہے۔ صوبائی سطح پر صوبائی سیکرٹریٹ منسلکہ دفاتر، ماتحت دفاتر اور دیگر خود مختار و نیم خود مختار ادارے موجود ہیں۔ ان کے کام کرنے کا طریقہ کار تقریباً وفاقی حکومت جیسا ہے۔ صوبائی حکومتوں کو تعلیم، صحت، زراعت، صنعت، صوبائی ٹیکس، ذرائع آمدورفت اور دیگر بہت سے کاموں پر اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ صوبائی حکومت کی تنظیم کی تفصیل حسب ذیل ہے۔:-

-1 صوبائی گورنر (Provincial Governor)

گورنر صوبے کا آئینی سربراہ ہوتا ہے جس کو صدر نامزد کرتا ہے۔ جب تک صدر چاہے گورنر اپنے عہدے پر برقرار رہ سکتا ہے۔ گورنر صوبائی اسمبلی کا اجلاس طلب کرتا ہے اسے خطاب کرتا ہے اور وزیراعلیٰ کے مشورے پر اسمبلی توڑ سکتا ہے۔ گورنر، وزیراعلیٰ کے مشورے پر تمام نظم و نسق چلاتا ہے۔ حالات کے فوری تقاضے کے پیش نظر آرڈی نینس جاری کر سکتا ہے۔

-2 وزیراعلیٰ (Chief Minister)

صوبے کا انتظامی سربراہ وزیراعلیٰ ہوتا ہے جس کا انتخاب متعلقہ صوبائی اسمبلی کثرت رائے سے کرتی ہے اور متعلقہ صوبائی اسمبلی میں اکثریت قائم رہنے تک اپنے عہدہ پر فائز رہ سکتا ہے۔ وزیراعلیٰ کا معاون چیف سیکرٹری ہوتا ہے۔ وزیراعلیٰ چیف سیکرٹری کے ذریعے سے صوبے کی انتظامیہ کو کنٹرول کرتا ہے اور اس کی کارکردگی کو بہتر بناتا ہے۔ وہ اپنی کابینہ کا بھی سربراہ ہوتا ہے جس کی تشکیل اپنی مرضی سے کرتا ہے۔ صوبے کے امن و امان کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ قائد ایوان ہونے کی وجہ سے صوبائی اسمبلی پر پوری گرفت رکھتا ہے اور آسانی سے قانون سازی کروا سکتا ہے۔

-3 کابینہ (Cabinet)

ہر صوبہ میں صوبائی کابینہ ہوتی ہے جس کے ارکان کا انتخاب وزیراعلیٰ اپنی مرضی کے مطابق کرتا ہے۔ ہر وزیر اپنے اپنے محکمہ کا سربراہ ہوتا ہے وزیراعلیٰ کو محکمہ کی پالیسیوں اور کارکردگی کے متعلق آگاہ کرتا ہے۔ محکمہ کا سیاسی سربراہ ہونے کی وجہ سے وہ وزیراعلیٰ کے سامنے جوابدہ ہوتا ہے اور متعلقہ صوبائی اسمبلی میں اپنی وزارت کے متعلق پوچھے گئے سوالات کے جواب دیتا ہے۔

-4 چیف سیکرٹری (Chief Secretary)

چیف سیکرٹری انتظامی امور کے لیے صوبے کا سربراہ ہوتا ہے۔ وہ صوبے میں افسر شاہی کا سینئر ترین فرد ہوتا ہے۔ وہ صوبائی کابینہ

کاسیکرٹری ہوتا ہے اوراس کے فیصلوں پرعمل درآمد کے لیے ذمہ دار ہوتا ہے۔ چیف سیکرٹری تمام سیکرٹریوں کی کمیٹی کا چیئرمین بھی ہوتا ہے جو تمام سیکرٹریوں کی کارکردگی کا جائزہ لیتا ہے اوران کو وقتاً فوقتاً ہدایات جاری کرتا ہے۔ چیف سیکرٹری تمام قسم کی سرگرمیوں سے باخبر رہتا ہے اور کسی محکمہ سے کسی قسم کی اطلاعات وصول کرنے اور کسی خاص امر میں کارروائی کرنے کا مجاز ہوتا ہے۔ ہر محکمہ کا سیکرٹری براہ راست چیف سیکرٹری کے ماتحت ہوتا ہے اور اپنے اپنے محکمہ کی کارکردگی کے لیے جوابدہ ہوتا ہے۔

5- سیکرٹری (Secretary)

ہر محکمہ کا انتظامی سربراہ سیکرٹری ہوتا ہے جو کہ 20 گریڈ کا آفیسر ہوتا ہے۔ سیکرٹری اپنے محکمہ کے وزیر کے معاون خاص کے طور پر کام کرتا ہے اوراس کو پالیسی بنانے کے لیے مشورہ دیتا ہے اوراس کو محکمہ کی کارکردگی کے متعلق اطلاعات فراہم کرتا ہے۔ سیکرٹری اپنے محکمہ کی نگرانی کرتا ہے، حکومت کی پالیسیوں اور پروگراموں کو لاگو کرنا یقینی بناتا ہے۔ سیکرٹری کے پاس اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے کئی مددگار موجود ہوتے ہیں۔

6- ایڈیشنل سیکرٹری (Additional Secretary)

ایڈیشنل سیکرٹری، سیکرٹری کا مددگار رہتا ہے اور اپنے ونگ (Wing) کی کارکردگی کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ یہ 19 گریڈ کا افسر ہوتا ہے۔ یہ عموماً سیکرٹری سے احکام وصول کرتا ہے اوران کو نیچے بھیج دیتا ہے اس طرح نیچے سے رپورٹیں وصول کر کے سیکرٹری کو پیش کرتا ہے۔ یہ اپنے شعبے کے ملازمین کی نگرانی کرتا ہے اور ہر وہ کام سرانجام دیتا ہے جس کا سیکرٹری حکم دیتا ہے یہ عام طور پر فیصلہ سازی کے عمل میں شامل نہیں ہوتا۔

7- ڈپٹی سیکرٹری (Deputy Secretary)

ڈپٹی سیکرٹری اپنی برانچ کا سربراہ ہوتا ہے۔ یہ 18 یا 19 گریڈ کا آفیسر ہوتا ہے جس کا تعلق وفاقی حکومت یا صوبائی حکومت کے ملازمین سے ہوتا ہے۔ محکمہ کے متعلق فیصلوں میں عمل دخل نہیں کرتا بلکہ صرف اوپر سے احکام وصول کرتا ہے اور سیکشن آفیسر کو عمل درآمد کے لیے بھیج دیتا ہے۔

8- سیکشن آفیسر (Section Officer)

سیکشن آفیسر 17 یا 18 گریڈ کا وفاقی یا صوبائی حکومتوں کا ملازم ہوتا ہے اور اپنے سیکشن کا سربراہ ہوتا ہے۔ سیکرٹری یا ایڈیشنل سیکرٹری کے احکام کو عملی جامہ پہناتا ہے۔ سیکشن کے تمام معاملات میں اپنے ڈپٹی سیکرٹری کو رپورٹ کرتا ہے۔

1973ء کے آئین کے تحت پاکستان میں عدلیہ کا کردار
(Role of Judiciary under the Constitution of 1973)

حکومت کا تیسرا اہم شعبہ عدلیہ ہے۔ عدل وانصاف کا حصول انسان کی اہم ترین ضرورت اور فطری خواہش ہے۔ ایک بااختیار اور آزاد عدلیہ شہریوں کے بنیادی حقوق کی ضامن اور محافظ ہوتی ہے۔ ملک کی سب سے بڑی عدالت، عدالت عظمیٰ (Supreme Court) ہے جو ملک کے پورے عدالتی نظام کو اپنی نگرانی میں چلاتی ہے۔ اس کے ماتحت صوبوں کی بڑی عدالتیں ہوتی ہیں جو عدالت عالیہ (High Courts) کہلاتی ہیں۔ ان کی زیرنگرانی ضلعی اور مقامی عدالتیں کام کرتی ہیں۔ عدلیہ درج ذیل فرائض سرانجام دیتی ہے:۔

i- عدل وانصاف کی فراہمی (Provision of Justice)

آزاد عدلیہ کی وجہ سے کوئی بھی حکومت ملکی قانون کی خلاف ورزی نہیں کرسکتی۔عوام اپنے بنیادی حقوق کا تحفظ عدلیہ کے ذریعے سے کرتے ہیں۔عدلیہ لوگوں کے بنیادی حقوق کی ضامن اور محافظ ہوتی ہے۔عدلیہ کا اہم ترین فریضہ عدل وانصاف مہیا کرنا ہے۔عدالتیں مقدمات کا پوری طرح جائزہ لینے کے بعد مجرموں کو قانون کے مطابق سزا دینے اور بے گناہوں کو آزاد کرنے کی مجاز ہوتی ہیں۔اعلیٰ ملکی عدالتیں اپنی ماتحت عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیلیں بھی سنتی ہیں۔اس طرح ان کے فیصلوں پرنظرثانی کرکے اپنا حتمی فیصلہ سناتی ہیں۔

سپریم کورٹ آف پاکستان، اسلام آباد

ii- قانون اورآئین کی تشریح (Interpretation of Law and Constitution)

جب کسی مقدمے میں براہ راست قانون کا اطلاق نہ ہوتا ہوتو عدلیہ متعلقہ قانون کی تشریح کرکے اس کا فیصلہ کرتی ہے۔اس طرح جج صاحبان ایسی مثالیں (Precedents) قائم کرتے ہیں جو بعد کے مقدمات کا فیصلہ کرتے وقت ججوں کے سامنے رہتی ہیں اور ملکی قانون کی طرح تصور ہونے لگتی ہیں۔

وفاقی طرزِ حکومت میں ملکی آئین مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے اختیارات کی واضح نشان دہی کرتا ہے اگر ان دونوں حکومتوں کے درمیان اختیارات کی تقسیم پر جھگڑا ہوجائے تو ملک کی اعلیٰ عدالت کو فیصلہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے جو آخری فیصلہ سمجھا جاتا ہے۔

iii- مشاورتی فرائض (Consultative Functions)

بعض اوقات سربراہ مملکت کو کسی اہم قانونی نکتے کی وضاحت کے لیے عدالت عظمیٰ سے مشورہ طلب کرنا پڑتا ہے اور پھر وہ اس مشورے کی روشنی میں ضروری اقدامات کرتا ہے۔اگرچہ انتظامیہ عدلیہ کے مشورے کی پابند نہیں ہوتی لیکن عموماً وہ اس کے مشورے کو نظرانداز نہیں کرتی۔

iv-عدالتی نظرثانی (Judicial Review)

جن ریاستوں میں تحریری دستور نافذ العمل ہے وہاں مقننہ کے منظور کردہ قوانین پر نظرثانی کا اختیار سپریم کورٹ کو حاصل ہوتا ہے۔ اگر سپریم کورٹ کے نوٹس میں یہ بات لائی جائے کہ مجلس قانون ساز کا منظور کردہ قانون آئین کے خلاف ہے تو وہ اس قانون کا جائزہ لیتی ہے۔ اگر اس قانون کو ملکی آئین کے خلاف پائے تو اسے کالعدم قرار دے سکتی ہے۔ اس عمل کو عدلیہ کی نظرثانی (Judicial Review) کہتے ہیں۔ امریکا اور کئی دوسرے ممالک کی اعلیٰ عدلیہ کو یہ اختیار حاصل ہے۔

1973ء کے آئین میں بنیادی حقوق
(Fundamental Rights under the Constitution of 1973)

پاکستان کے آئین 1973ء میں شہریوں کو تمام بنیادی حقوق دیے گئے ہیں۔ مزید پابندی بھی عائد کی گئی ہے کہ حکومت بنیادی حقوق کو سلب کرنے کے لیے کوئی قانون نہیں بنا سکتی۔ پاکستان میں شہریوں کو ملنے والے حقوق درج ذیل ہیں:۔

-1 کسی شہری کو زندگی کے حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔
-2 کسی شہری کو وجوہات بتائے بغیر گرفتار نہیں کیا جاسکتا۔ گرفتاری کے بعد 24 گھنٹے کے اندر کسی مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا جاتا ہے۔
-3 کسی شہری کو سابق جرم کی سزا نہیں دی جاسکتی۔
-4 کسی فرد کو ایک ہی جرم پر دو مرتبہ سزا نہیں دی جاسکتی۔
-5 ہر شہری کو پاکستان میں نقل و حرکت کی مکمل آزادی ہے۔
-6 ہر شہری کو پرامن طور پر اجتماع کی اجازت ہے۔
-7 ہر شہری کو انجمن یا یونین بنانے کا حق حاصل ہے۔
-8 ہر فرد کو تجارت، کاروبار یا کوئی پیشہ اپنانے کی مکمل اجازت ہے۔
-9 ہر شہری کو تقریر کی آزادی حاصل ہے۔
-10 ہر شہری کو اپنے مذہب کے پرچار کا حق حاصل ہے۔
-11 ہر شخص کو جائیداد خریدنے کی مکمل آزادی ہے۔
-12 کسی شہری کو جائیداد رکھنے کے حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔
-13 تمام شہری بلا امتیاز مذہب، رنگ، نسل اور جنس قانون کی نظر میں برابر ہیں اور معاشرتی طور پر ایک جیسا مقام رکھتے ہیں۔
-14 ہر شہری کو بلا امتیاز ملازمت حاصل کرنے کا حق حاصل ہے۔
-15 ہر شہری کو اس کی زبان و ثقافت کے تحفظ کا حق حاصل ہے۔

1973ء کے آئین کی اسلامی دفعات
(Islamic Provisions under the Constitution of 1973)

-1 اللہ تعالیٰ کی حاکمیت (Sovereignty of Allah Almighty)

آئین میں اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ تمام کائنات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور عوامی نمائندے اختیارات کو اللہ تعالیٰ کی

امانت سمجھتے ہوئے استعمال کریں گے۔

2- مسلمان کی تعریف (Definition of Muslim)

1973ء کے آئین میں پہلی مرتبہ مسلمان کی تعریف شامل کی گئی جس کی رو سے مسلمان وہ ہے جو توحید، رسالت، قیامت اور اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانے کے علاوہ حضرت محمد رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کو آخری نبی مانتا ہو۔

3- ملک کا نام (Name of Country)

1973ء کے آئین کے تحت ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان رکھا گیا جو کہ پاکستان کی ایک اسلامی رفاہی مملکت کے طور پر نشان دہی کرتا ہے۔

4- صدر اور وزیر اعظم کا مسلمان ہونا (President and Prime Minister must be A Muslim)

1973ء کے آئین کے تحت صدر اور وزیر اعظم کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔

5- سرکاری مذہب اور اسلامی تعلیمات (Official Religion and Islamic Teachings)

1973ء کے آئین میں اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا۔ آئین میں اس بات کی وضاحت کر دی گئی کہ ملک کا قانونی ڈھانچا اسلام کے بنیادی اصولوں کے مطابق ہوگا۔ آئین میں حکومت پر زور دیا گیا کہ وہ مسلمانوں کی دینی تعلیم کے لیے خصوصی اقدامات کرے۔

6- اسلامی اقدار (Islamic Values)

اس بات کی بھی وضاحت کی گئی کہ اسلام کی بنیادی اقدار یعنی جمہوریت، انصاف، رواداری، آزادی اور مساوات کو ملک میں رائج کیا جائے گا۔

7- عربی کی تعلیم اور قرآن پاک کی طباعت (Teaching of Arabic Language and Printing of Holy Quran)

سکولوں میں چھٹی سے آٹھویں جماعت تک عربی کی تعلیم لازمی ہوگی اور قرآن پاک کی طباعت کو غلطیوں سے پاک کرنے کا اہتمام کیا جائے گا۔

8- سود کا خاتمہ (Abolishment of Interest)

حکومت سود کے نظام کو ختم کرے گی اور ملکی معیشت کو سود سے پاک کیا جائے گا۔

9- زکوٰۃ اور عشر کا نظام (Zakat and Ushr System)

آئین میں واضح کر دیا گیا کہ مسلمانوں کے لیے زکوٰۃ اور عشر کا اسلامی نظام رائج کیا جائے گا۔

10- اسلامی ممالک سے تعلقات (Relations with Islamic Countries)

آئین میں اس بات کا عہد کیا گیا کہ اسلامی ممالک سے خصوصی تعلقات اور ان کو قریب لانے کے لیے ضروری اقدامات کیے جائیں گے۔

11- اسلامی نظریاتی کونسل کا قیام (Establishment of Council of Islamic Ideology)

ملک میں اسلامی معاشرہ کے قیام اور قوانین کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کے لیے ایک کونسل قائم کی جائے گی جس کا نام اسلامی نظریاتی کونسل رکھا گیا۔ اسلامی نظریاتی کونسل قوانین کو اسلامی تعلیمات کے مطابق بنانے کے لیے قانون ساز اداروں کی راہ نمائی کرے گی۔

12- اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ (Protection of the Rights of Minorities)

آئین کے تحت پاکستان میں بسنے والی تمام اقلیتوں کو مکمل تحفظ اور حقوق فراہم کرنے کی ضمانت دی گئی۔

اہم آئینی ترامیم
(Important Constitutional Amendments)

1- پہلی ترمیم مئی 1974ء میں کی گئی جس میں بنگلہ دیش کو تسلیم کیا گیا۔ چاروں صوبوں کی حدود کے تعین کے علاوہ فاٹا کو پاکستان کا حصہ قرار دیا گیا۔

2- دوسری ترمیم ستمبر 1974ء میں ہوئی جس میں مسلمان کی تعریف بیان کی گئی اور احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا۔

3- پانچویں ترمیم ستمبر 1976ء میں ہوئی جس میں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی مدتِ ملازمت 5 سال اور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس کی مدتِ ملازمت 4 سال مقرر کی گئی۔ ہائی کورٹ کے ججوں کے باہمی تبادلے کیے جا سکیں گے۔

4- آٹھویں ترمیم نومبر 1985ء میں ہوئی جس میں صدرِ پاکستان کو قومی اسمبلی اور حکومت تحلیل کرنے کا اختیار دیا گیا اور صدر کو آرمی، نیوی اور ائیر فورس کے سربراہوں کے تقرر کا اختیار بھی دیا گیا۔ سینٹ کے ارکان کی مدت چھے سال مقرر کی گئی۔

5- تیرھویں ترمیم اپریل 1997ء میں پاس ہوئی جس میں صدر سے قومی اسمبلی اور حکومت کو تحلیل کرنے کا اختیار واپس لے لیا گیا۔ صدر آرمی، نیوی اور ائیر فورس کے سربراہوں کا تقرر وزیر اعظم کے مشورے سے کرے گا۔

6- چودھویں ترمیم جولائی 1997ء میں ہوئی جس میں Defection Clause (آرٹیکل 63-A) کو شامل کیا گیا۔ اراکین اسمبلی کے پارٹی تبدیل کرنے (Floor Crossing) پر پابندی لگا دی گئی۔

7- سترھویں ترمیم دسمبر 2003ء میں کی گئی جس میں صدر کو دوبارہ قومی اسمبلی اور حکومت کو تحلیل کرنے کا اختیار دیا گیا لیکن 15 دن کے اندر صدر سپریم کورٹ کو ریفرنس بھیجنے کا پابند ہوگا۔

8- اٹھارویں ترمیم اپریل 2010ء میں منظور ہوئی جس میں صدرِ پاکستان سے قومی اسمبلی اور حکومت کو تحلیل کرنے کا اختیار واپس لے لیا گیا، اعلیٰ عہدوں پر تقرر کے لیے صدر کو وزیر اعظم کے مشورے کا پابند کیا گیا اور صوبہ سرحد کا نام ''خیبر پختونخوا'' رکھا گیا۔

9- بیسویں ترمیم فروری 2012ء میں ہوئی جس میں عبوری وزیر اعظم کا تقرر موجودہ وزیر اعظم اور اپوزیشن لیڈر مل کر کریں گے۔

10- بائیسویں ترمیم جون 2016ء میں ہوئی جس میں چیف الیکشن کمشنر کے اختیارات طے کیے گئے۔

11۔ چوبیسویں ترمیم 2017ء میں ہوئی جس میں مردم شماری کے مطابق قومی اسمبلی کے ارکان کی کل تعداد 342 سے کم ہو کر 336 رہ گئی۔

12۔ پچیسویں ترمیم مئی 2018ء میں کی گئی جس میں فاٹا کو خیبر پختونخوا میں ضم کر دیا گیا۔

سوالات

-1 ذیل میں دیے گئے چار جوابات میں سے درست پر (✓) کا نشان لگائیں۔

-i 1956ء کا آئین ملک میں نافذ رہا:

(الف) دو سال (ب) اڑھائی سال (ج) تین سال (د) چار سال

-ii بنگلہ دیش کے قیام کے بعد جنرل محمد یحییٰ خان نے باقی ماندہ مغربی پاکستان میں اقتدار سپرد کر دیا:

(الف) فضل الٰہی چودھری کے (ب) ذوالفقار علی بھٹو کے

(ج) فیروز خاں نون کے (د) چودھری ظہور الٰہی کے

-iii اگست 1990ء میں محترمہ بے نظیر کی حکومت کو برطرف کیا:

(الف) غلام اسحاق خاں نے (ب) فاروق احمد لغاری نے

(ج) بلخ شیر مزاری نے (د) وسیم سجاد نے

-iv ملک کا نظام چلانے کے لیے ایک عبوری آئین 1972ء میں بنایا گیا اور مستقبل کے آئین کے لیے نو منتخب قومی اسمبلی کے ارکان پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی:

(الف) 10 (ب) 15 (ج) 20 (د) 25

-v ملک میں پہلے عام انتخابات جس سال ہوئے:

(الف) 1964ء (ب) 1968 ء (ج) 1970ء (د) 1972ء

-vi 1973ء کا آئین نافذ ہوا:

(الف) 11۔اگست کو (ب) 12۔اگست کو (ج) 13۔اگست کو (د) 14۔اگست کو

-vii وفاق میں وزارت کا انتظامی سربراہ ہوتا ہے:

(الف) وزیر (ب) سیکرٹری (ج) ایڈیشنل سیکرٹری (د) جوائنٹ سیکرٹری

-viii صوبائی حکومت کا سربراہ ہوتا ہے:

(الف) صدر (ب) گورنر (ج) وزیر اعلیٰ (د) سپیکر

-ix جس آئینی ترمیم میں مسلمان کی تعریف کی گئی:

(الف) دوسری (ب) پانچویں (ج) اٹھارویں (د) آٹھویں

-x جس آئینی ترمیم میں NWFP کو خیبر پختونخوا کا نام دیا گیا:

(الف) چودھویں (ب) اٹھارویں (ج) بیسویں (د) بائیسویں

-2 مختصر جواب دیں۔

-i 1973ء کے آئین کے مطابق مسلمان کی تعریف بیان کریں۔

-ii اللہ تعالیٰ کی ''حاکمیت'' سے کیا مراد ہے؟

-iii عدالتی نظر ثانی سے کیا مراد ہے؟

-iv 1962ء کے آئین کی منسوخی کی وجہ بتائیں۔

-v 1956ء کا آئین کب اور کس نے منسوخ کیا؟

-vi 1973ء کے آئین کے تحت گورنر کی حیثیت بتائیں۔

-vii محمد خاں جونیجو کی حکومت کو کب اور کس نے برطرف کیا؟

-viii اسلامی نظریاتی کونسل کے فرائض بیان کریں۔

-3 تفصیل سے جواب دیں۔

-i پاکستان میں جمہوریت کو ترقی دینے میں سیاسی جماعتوں کا کردار واضح کریں۔

-ii مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے اسباب و اثرات بیان کریں۔

-iii 1973ء کے آئین کی اہم خصوصیات کی وضاحت کریں۔

-iv 1973ء کے آئین کے تحت پاکستان میں عدلیہ کا کردار بیان کریں۔

-v 1956ء اور 1962ء کے آئین کی خصوصیات تحریر کریں۔

-vi 1973ء کے آئین کی اسلامی دفعات کا جائزہ لیں۔

-vii 1973ء کے آئین کے تحت وفاقی حکومت کا ڈھانچا بیان کریں۔

سرگرمیاں

-i پاکستان میں جمہوریت کے ارتقا پر ایک تقریری مقابلہ کروائیں۔

-ii پاکستان کے آئین میں دی گئی اسلامی دفعات ایک چارٹ پر لکھ کر کمرا جماعت میں آویزاں کریں۔

باب 3

انتظامی نظام
(Administrative System)

تدریسی مقاصد

اس باب کے مطالعہ کے بعد طلبہ اس قابل ہوجائیں گے کہ وہ:

-1 1973ء کے آئین کے تحت وفاق اور صوبوں کے فرائض واضح کر سکیں۔
-2 وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے فرائض میں فرق بیان کرسکیں۔
-3 آزاد جموں وکشمیر اور شمالی علاقہ جات کا ڈھانچا اور فرائض جان سکیں۔
-4 وفاقی وصوبائی حکومتوں کے باہمی تعلقات کی نوعیت کی نشان دہی کرسکیں۔
-5 وفاق اور صوبوں کے باہمی تعلقات کی نوعیت بیان کرسکیں۔
-6 صوبائی ومقامی حکومتوں کے مابین تعلقات کا تجزیہ کرسکیں۔
-7 مقامی حکومت کے مختلف درجات کا ڈھانچا بیان سکیں۔
-8 مختلف سطح پر مقامی حکومتوں کے فرائض جانچ سکیں۔

1973ء کے آئین کے تحت وفاق اور صوبوں کے فرائض
(Functions of Federation and Provinces in the Light of the Constitution of 1973)

1973ء کے آئین کے تحت وفاق اور صوبوں کے فرائض کو ذیل میں بیان کیا گیا ہے:۔

الف۔ وفاق کے فرائض (Functions of Federation)

-i وفاق اپنے تمام فرائض صدرِ پاکستان کے نام سے استعمال کرتا ہے اور وہی تمام فرائض طے کرتا ہے۔
-ii وفاق کے تمام فرائض وزیر اعظم اور اس کی کابینہ کے ذریعے سے سرانجام پاتے ہیں۔
-iii وفاق کے تمام فرائض کی انجام دہی کے لیے مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) قوانین بناتی ہے۔
-iv وفاق یونین کو قائم رکھتا ہے اور اپنی تمام اکائیوں کے مفادات کا تحفظ کرتا ہے۔
-v وفاق اپنی تمام اکائیوں کو پالیسی سازی میں مشورہ دیتا ہے اور تمام اطلاعات مہیا کرتا ہے۔
-vi وفاق ملکی معیشت کو بحال رکھتا ہے اور ٹیکس عائد کرتا ہے۔
-vii وفاق اندرونی وبیرونی تجارت کو منظم کرتا ہے۔
-viii وفاق اندرونی امن وامان کا ذمہ دار ہوتا ہے اور ملکی آزادی کا تحفظ کرتا ہے۔
-ix وفاق عدالتی نظام قائم کرتا ہے اور تمام اکائیوں کو انصاف مہیا کرتا ہے۔
-x وفاق ملک کے دفاع کے لیے فوج رکھتا ہے اور ضرورت کے وقت جنگ کا اعلان کرتا ہے۔

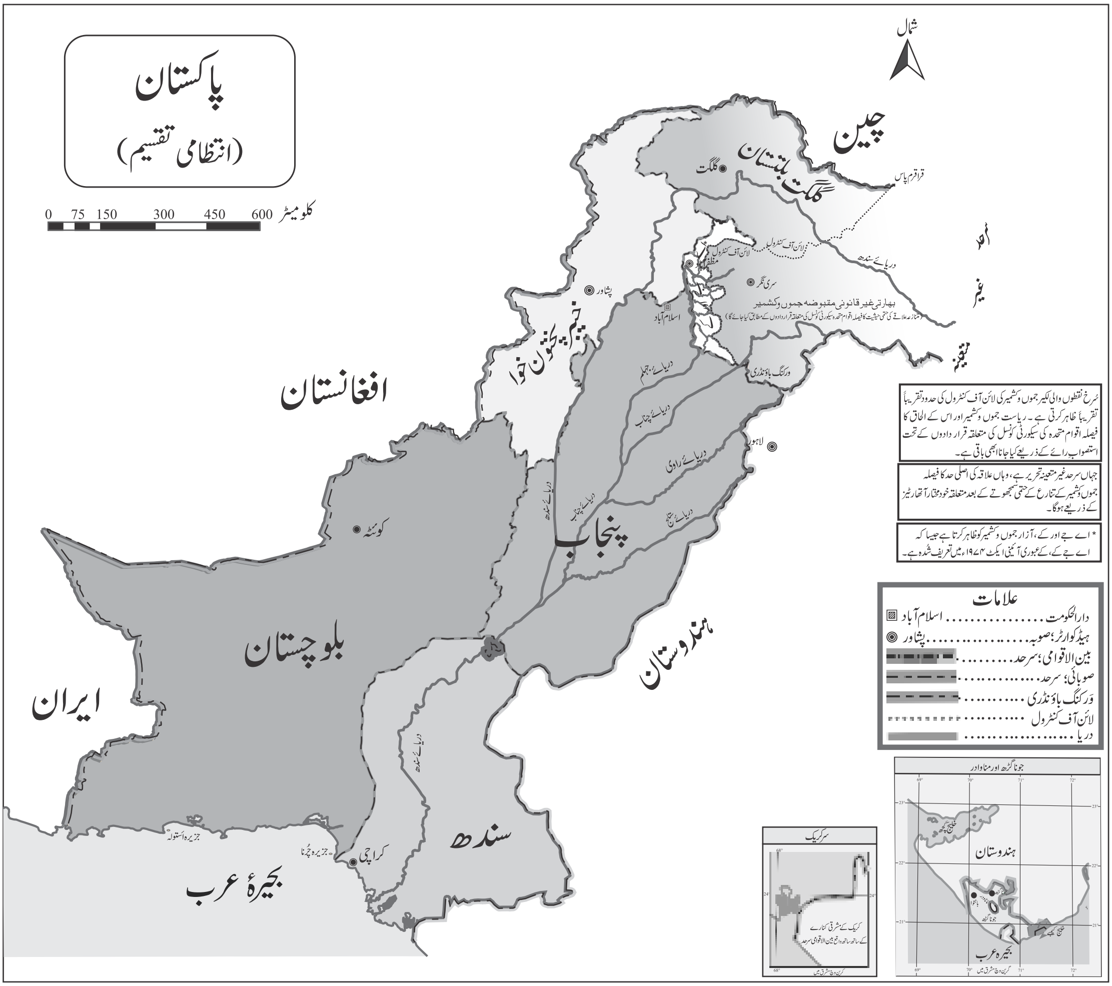

ب۔ صوبوں کے فرائض (Functions of Provinces)

-i صوبے اپنے تمام فرائض گورنر کے نام سے استعمال کرتے ہیں اور وہی صوبے کے تمام امور طے کرتا ہے۔

-ii صوبے اپنے تمام اختیارات وزیر اعلیٰ اور اس کی کابینہ کے ذریعے سے استعمال کرتے ہیں۔

-iii صوبائی فرائض کی انجام دہی کے لیے متعلقہ صوبائی اسمبلیاں قوانین بناتی ہیں۔

-iii صوبے اندرونی امن وامان کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

-iv صوبے معاشرتی خدمات یعنی تعلیم، صحت اور سماجی ترقی کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔

-v صوبے معاشی ترقی کے لیے زراعت و آبپاشی کے فرائض سرانجام دیتے ہیں اور سڑکیں وغیرہ بناتے ہیں۔

-vi صوبے، صوبائی انتظامی امور کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور ان کو بہتر بناتے ہیں۔

-vii صوبے، صوبائی خزانہ کے نظام کو چلانے کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔

-viii صوبے مقامی حکومتیں قائم کرتے ہیں اور ان کو بحال رکھتے ہیں۔ صوبے غربت میں کمی کے بھی ذمہ دار ہوتے ہیں۔

-ix صوبے وفاق کے ساتھ تعاون کرنے کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔

وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے فرائض میں فرق
(Difference between Functions of Central and Provincial Governments)

i- وفاقی حکومت کا دائرہ اختیار تمام ملک پر محیط ہوتا ہے جب کہ صوبائی حکومت کا اختیار متعلقہ صوبے تک محدود ہوتا ہے۔

ii- وفاق کا سربراہ منتخب صدر ہوتا ہے۔ جب کہ صوبے کا سربراہ گورنر ہوتا ہے جو صدر کا نامزد کردہ ہوتا ہے۔ وفاقی حکومت کے انتظامی امور وزیراعظم اور اس کی کابینہ چلاتے ہیں جب کہ صوبوں کے انتظامی امور وزیراعلیٰ اور اس کی کابینہ چلاتے ہیں۔

iii- وزیراعظم کا انتخاب قومی اسمبلی کرتی ہے۔ جب کہ وزیراعلیٰ کا انتخاب متعلقہ صوبائی اسمبلی کرتی ہے۔

iv- وزیراعظم قومی اسمبلی کے سامنے جواب دہ ہوتا ہے جب کہ وزیراعلیٰ متعلقہ صوبائی اسمبلی کے سامنے جواب دہ ہوتا ہے۔

v- وفاق میں صرف ایک وفاقی حکومت ہوتی ہے جب کہ پاکستان میں چار صوبائی حکومتیں، صوبہ پنجاب، صوبہ سندھ، صوبہ بلوچستان، صوبہ خیبر پختونخوا اور آزاد جموں و کشمیر اور گلگت بلتستان کی وفاقی اکائیوں کی حکومتیں ہیں۔

vi- وزیراعلیٰ اپنے صوبے میں وہی فرائض سرانجام دیتا ہے جو وزیراعظم ملک میں سرانجام دیتا ہے۔

vii- وفاقی کابینہ وزیراعظم کی نگرانی میں کام کرتی ہے اور اُسی کے سامنے جوابدہ ہوتی ہے اور صوبائی کابینہ متعلقہ وزیراعلیٰ کی زیرنگرانی کام کرتی ہے اور اسی کے سامنے جوابدہ ہوتی ہے۔

viii- وفاقی ادارے وفاقی قوانین جو مجلس شوریٰ بناتی ہے، کے تحت چلتے ہیں جب کہ صوبائی ادارے صوبائی و مقامی قوانین جو صوبائی اسمبلیاں بناتی ہیں، کے تحت چلتے ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

پاکستان کا صدر وفاق کا سربراہ ہوتا ہے۔ پارلیمانی نظام میں یہ غیر انتظامی عہدہ ہوتا ہے کیونکہ صدر، وزیراعظم کے مشورے پر عمل کرنے کا پابند ہوتا ہے۔

آزاد جموں و کشمیر اور گلگت بلتستان کا انتظامی ڈھانچا اور فرائض
(Administrative Structure and Functions of Azad Jammu and Kashmir and Gilgit Baltistan)

الف۔ آزاد جموں و کشمیر (Azad Jammu and Kashmir)

آزاد جموں و کشمیر کا اپنا منتخب صدر، وزیراعظم، قانون ساز اسمبلی اور سپریم کورٹ ہے جو ریاست کا نظام چلاتے ہیں۔

کشمیر کونسل (Kashmir Council)

کشمیر کونسل ریاست کا سب سے اعلیٰ ادارہ ہے جس کے 14 ارکان ہوتے ہیں جس میں 8 ارکان آزاد جموں و کشمیر سے ہوتے ہیں اور 6 ارکان حکومتِ پاکستان کے نمائندے ہوتے ہیں۔ آزاد جموں و کشمیر کے ارکان میں وہاں کے صدر، وزیراعظم اور کشمیر قانون ساز اسمبلی کے 6 ارکان شامل ہوتے ہیں۔ اس کا چیئرمین، وزیراعظم پاکستان ہوتا ہے۔ کونسل کو آزاد جموں و کشمیر کے اعلیٰ انتظامی اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔

صدر (President)

صدر آزاد جموں و کشمیر کا آئینی سربراہ ہوتا ہے جس کا انتخاب کشمیر قانون ساز اسمبلی پانچ سال کے لیے کرتی ہے۔

وزیراعظم (Prime Minister)

وزیراعظم ریاست کا انتظامی سربراہ ہوتا ہے۔ وزرا کی کونسل وزیراعظم کی نگرانی میں کام کرتی ہے اور اسی کے سامنے جواب دہ ہوتی ہے۔ وزیراعظم ریاست کے تمام انتظامی امور کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اسمبلی کے اعتماد تک اپنا عہدہ برقرار رکھ سکتا ہے۔

قانون ساز اسمبلی (Legislative Assembly)

آزاد کشمیر قانون ساز اسمبلی ایک ایوان پر مشتمل ہے، جو مظفرآباد میں واقع ہے۔ اس ایوان کے 53 ارکان ہیں، جن میں 45 ارکان براہ راست آزاد کشمیر کے عوام کی رائے دہی سے منتخب کیے جاتے ہیں۔ جب کہ 1 نشست علما، 1 ٹیکنوکریٹ، 1 بیرون ملک مقیم کشمیری اور 5 خواتین کے لیے مخصوص نشستیں ہیں۔ اسمبلی اپنے ارکان میں سے وزیراعظم، سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کا انتخاب کرتی ہے۔ اسمبلی تین قسم کے فرائض سرانجام دیتی ہے، قانون سازی، پالیسی بنانا اور بجٹ پاس کرنا۔ اسمبلی پانچ سال کے لیے براہِ راست منتخب ہوتی ہے۔

عدلیہ (Judiciary)

i آزاد جموں و کشمیر کی اپنی سپریم کورٹ ہوتی ہے جس میں چیف جسٹس اور تین جج ہوتے ہیں۔ جو تمام اپیلوں کا فیصلہ کرتی ہے۔

ii آزاد جموں و کشمیر کی ایک ہائی کورٹ ہے جس کے تین سرکٹ بنچ ہیں جو کوٹلی، میرپور اور راولاکوٹ میں کام کرتے ہیں۔ ہائی کورٹ ماتحت عدلیہ کے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کی سماعت کرتی ہے۔

ب۔ گلگت بلتستان (Gilgit Baltistan)

پاکستان پیپلز پارٹی نے 2009ء میں شمالی علاقہ جات کو گلگت بلتستان کا نام دے کر محدود خودمختاری دی۔ قانون ساز اسمبلی قائم کر کے اس کے الیکشن کروائے اور گلگت بلتستان کونسل قائم کی گئی۔ اس کا ڈھانچا مندرجہ ذیل ہے:۔

گلگت بلتستان کونسل (Gilgit Baltistan Council)

کونسل کے ارکان کی کل تعداد 12 ہے جس میں 6 ارکان وزیراعظم پاکستان نامزد کرتا ہے اور 6 ارکان کا انتخاب گلگت بلتستان کی قانون ساز اسمبلی کرتی ہے۔ یہ ایک انتظامی ادارہ ہے۔ گلگت بلتستان کونسل کا چیئرمین وزیراعظم پاکستان ہوتا ہے۔

گورنر (Governor)

گورنر صوبے کا آئینی سربراہ ہوتا ہے جس کا تقرر حکومت پاکستان کرتی ہے اور حکومت ہی کی صوابدید پر اپنا عہدہ قائم رکھ سکتا ہے۔

وزیراعلیٰ (Chief Minister)

وزیراعلیٰ انتظامیہ کا سربراہ ہوتا ہے جس کا انتخاب گلگت بلتستان کی قانون ساز اسمبلی کثرت رائے سے کرتی ہے۔ وہ اسمبلی میں قائد ایوان اور اپنی کابینہ کا سربراہ ہوتا ہے۔

قانون ساز اسمبلی (Legislative Assembly)

گلگت بلتستان کی قانون ساز اسمبلی ایک ایوان پر مشتمل ہے اور اس کے 33 ارکان ہیں۔ جن میں 24 براہ راست منتخب کردہ، 6 خواتین اور 3 ٹیکنوکریٹ ہوتے ہیں۔ قانون ساز اسمبلی اپنے ارکان میں سے وزیراعلیٰ، سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کا انتخاب کرتی ہے اور ریاست سے متعلق ہر قسم کی قانون سازی کرتی ہے۔

عدلیہ (Judiciary)

گلگت بلتستان کی عدلیہ چیف کورٹ اور سپریم ایپلٹ کورٹ پر مشتمل ہے۔

چیف کورٹ (Chief Court)

چیف کورٹ کو 2009ء کے صدارتی حکم کے تحت اختیارات دیے گئے۔ اس کو چیف کورٹ آف اپیل بھی کہتے ہیں یہ تمام ریجن کی اپیلوں پر سماعت کرتی ہے۔ اس کا درجہ ہائی کورٹ کے برابر ہے۔ اس کے فیصلوں کے خلاف اپیل سپریم ایپلٹ کورٹ میں کی جاتی ہے۔

سپریم ایپلٹ کورٹ (Supreme Appellate Court)

سپریم ایپلٹ کورٹ ایک چیف جج اور دو ججوں پر مشتمل ہے۔ جن کا تقرر وزیر اعظم پاکستان تین سال کے لیے کرتا ہے۔ اس کا درجہ سپریم کورٹ کے برابر ہے اور چیف کورٹ کے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کا فیصلہ کرتی ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

گلگت بلتستان اب چودہ اضلاع پر مشتمل ہے۔ یہ خطہ اپنے خوبصورت نظاروں، دلکش وادیوں اور بُلند و بالا برفیلے پہاڑوں کی وجہ سے مشہور ہے۔

وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے تعلقات کی نوعیت
(Nature of the Relationship Between the Federal and Provincial Governments)

پاکستان ایک وفاقی پارلیمانی جمہوریہ ہے جس میں وفاقی اور صوبائی حکومتیں ہوتی ہیں۔ 1973ء آئین کے آرٹیکل 141 تا 159 وفاقی وصوبائی حکومتوں کے تعلقات کی نوعیت کو واضح کرتے ہیں۔

1- مشترکہ مفادات کی کونسل (Council of Common Interests)

مشترکہ مفادات کی کونسل وزیر اعظم، تمام وزرائے اعلیٰ اور تین وفاقی وزرا جن کو وفاقی حکومت نامزد کرے، پر مشتمل ہوتی ہے۔ جو وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان جھگڑوں کو نبٹاتی ہے اور وسائل کو تقسیم کرتی ہے۔ NFC ایوارڈ کا اجرا کرتی ہے۔ اگر کسی صوبائی حکومت کو کونسل کے فیصلوں پر اعتراض ہو تو پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں بھیج سکتی ہے۔ اگر پانی کی تقسیم پر جھگڑا ہو تو کیس مشترکہ مفادات کی کونسل کے پاس حل کے لیے بھیجا جاتا ہے۔ اگر پھر بھی مسئلہ حل نہ ہو سکے تو صدر کو کمیشن بنانے کا اختیار ہوتا ہے۔ جو اس مسئلہ کو حل کرتا ہے۔

2- نیشنل اکنامک کونسل (National Economic Council)

صدرِ پاکستان کو نیشنل اکنامک کونسل بنانے کا اختیار ہوتا ہے۔ وزیر اعظم اس کونسل کا چیئرمین اور تمام صوبائی وزرائے اعلیٰ اس کے ممبر ہوتے ہیں۔ جو ملک کی معاشی صورت حال کا جائزہ لیتے ہیں اور وفاقی اور صوبائی حکومتوں کو مناسب اقدام اٹھانے کی ہدایت کرتے ہیں۔ یہ معاشی، معاشرتی اور تجارتی پالیسیاں مرتب کرتے ہیں۔

3- قومی سلامتی کونسل (National Security Council)

قومی سلامتی کونسل کی صدارت وزیر اعظم کرتا ہے جو تمام ملک بشمول صوبوں کی سلامتی کے معاملات دیکھتی ہے اور ملکی سلامتی کی

پالیسیاں مرتب کرتی ہے جس پر عمل درآمد کرنا وفاقی اور صوبائی حکومتوں پر لازم ہوتا ہے۔

وفاق اور صوبوں میں دیگر تعلقات (Other Relations Between Federation & Provinces)

☆ آئین کے آرٹیکل 147 کے مطابق کوئی صوبائی حکومت اپنا اختیار وفاقی حکومت یا وفاقی ادارہ کو سونپ سکتی ہے۔ وفاقی حکومت یا وفاقی ادارہ وہ اختیار استعمال کر سکتا ہے بشرطیکہ 6 دن کے اندر متعلقہ صوبائی اسمبلی اس کی توثیق کرے۔

☆ اسی طرح وفاقی حکومت بھی اپنا اختیار صوبائی حکومتوں کو سونپ سکتی ہے بشرطیکہ صوبائی حکومت اس کی منظوری دے۔

☆ آئین کے آرٹیکل 148 کے مطابق صوبوں کے انتظامی اختیارات وفاقی حکومت استعمال کر سکتی ہے بشرطیکہ صوبائی حکومتوں کے مفاد کے خلاف نہ ہوں۔

☆ آئین کے آرٹیکل 149 کے مطابق صوبائی حکومتیں انتظامی اختیارات استعمال کر سکتی ہیں بشرطیکہ وفاقی حکومت کے انتظامی اختیارات سے ٹکراؤ نہ ہو۔

☆ آئین کے آرٹیکل 151 کے مطابق پورے پاکستان میں تجارتی سرگرمیاں آزادانہ طور پر سرانجام پا سکتی ہیں ان میں صوبائی حکومتیں کوئی رخنہ نہیں ڈال سکتیں۔ مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) آزاد تجارتی پالیسی مرتب کر سکتی ہے اور ٹیکس لاگو کر سکتی ہے جو کہ تمام صوبوں میں یکساں لاگو ہوتے ہیں۔

☆ آئین کے آرٹیکل 152 کے مطابق وفاقی حکومت تمام صوبوں میں قومی منصوبوں کے لیے زمین حاصل کر سکتی ہے جس میں صوبائی حکومتیں مداخلت نہیں کر سکتیں۔

☆ آئین کے آرٹیکل 159 کے مطابق وفاقی حکومت صوبائی حکومتوں کو ریڈیو اور ٹی وی کے چینل لگانے سے انکار نہیں کر سکتی مگر ایسی صورت میں حکومت اپنی شرائط عائد کر سکتی ہے۔

وفاق اور صوبوں کے باہمی تعلقات
(Relations Between the Federation and the Provinces)

☆ وفاق، مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) کے ذریعے سے قانون سازی کرتا ہے جب کہ صوبے متعلقہ صوبائی اسمبلیوں کے ذریعے سے قانون سازی کرتے ہیں۔ 1973ء کے آئین کے تحت قانون سازی کے لیے وفاقی اور صوبائی فہرستیں بنی ہوئی ہیں۔

☆ اٹھارویں ترمیم کے بعد مشترکہ اموری فہرست کو ختم کر کے اس کے تمام امور صوبوں کے حوالے کر دیے گئے۔ مجلس شوریٰ وفاقی فہرست میں سے قانون سازی کر سکتی ہے جب کہ صوبائی اسمبلیاں صوبائی فہرست میں سے قانون سازی کر سکتی ہیں۔ مجلس شوریٰ کو وفاقی فہرست میں شامل کسی امر کے بارے میں بلاشرکت غیرے قوانین بنانے کا اختیار ہوگا اور صوبائی اسمبلیوں کو ان تمام امور میں قانون بنانے کا اختیار ہوگا جن کا ذکر وفاقی فہرست میں نہ کیا گیا ہو۔ مجلسِ شوریٰ کے پاس ایسے تمام معاملات میں قانون بنانے کا اختیار ہوگا جن کا تعلق وفاق کے ایسے علاقوں سے ہو جو کسی صوبے میں شامل نہ ہوں۔

☆ اگر ایک یا زیادہ صوبائی اسمبلیاں اس مضمون کی قرارداد منظور کریں کہ مجلس شوریٰ کسی ایسے معاملے کو جو آئین کی جدول چہارم میں دی گئی وفاقی فہرست میں درج نہ ہو، قانون کے ذریعے منضبط کرے تو مجلسِ شوریٰ کے لیے جائز ہوگا کہ وہ مذکورہ معاملے کو حل کرنے کے لیے ایک ایکٹ منظور کرے لیکن اس طرح منظور کردہ کسی ایکٹ میں ایسے صوبے کی بابت جس پر وہ اطلاق پذیر ہو تو مذکورہ اسمبلی ایکٹ کے ذریعے سے ترمیم یا تنسیخ کر سکتی ہے۔

☆ ہر صوبہ انتظامی اختیارات اس طرح استعمال کرے گا جس سے وفاقی قوانین کی تعمیل کی ضمانت ملے جو اس صوبے میں اطلاق پذیر ہوں۔ وفاق کسی صوبے میں انتظامی اختیارات استعمال کرتے وقت صوبے کے مفادات کا لحاظ رکھے گا۔ نیز وفاق ہر صوبے میں مرکزی افسر شاہی کو متعین کرتا ہے تاکہ وفاق کے مفادات کا تحفظ کیا جاسکے۔

☆ وفاق، مجلسِ شوریٰ کے قوانین کے ذریعے سے ایک صوبہ سے کسی دوسرے صوبے میں یا پاکستان کے کسی حصے میں تجارت، بیوپار یا رابطہ کی آزادی پر ایسی پابندیاں عائد کرسکے گا جو مفاد عامہ کے لیے ضروری ہوں۔ وفاق کوئی ایسا قانون بنا سکے گا یا کوئی ایسی انتظامی کارروائی کرسکے گا جس سے صوبے میں کسی نوع یا کسی قسم کی اشیا کے داخلے یا اس صوبے سے برآمدگی پر پابندی عائد کی گئی ہو۔

☆ وفاق کی رضامندی سے کوئی صوبہ اپنی اسمبلی سے کوئی ایسا ایکٹ جو صحت عامہ، امن وامان، اخلاق عامہ، جانوروں یا پودوں کو بیماری سے محفوظ رکھنے یا اس صوبے میں کسی ضروری شے کی قلت کو روکنے یا کم کرنے کی غرض سے ہو، منظور کرواسکتا ہے۔

صوبائی ومقامی حکومتوں کے باہمی تعلقات
(Mutual Relationship Between Provincial and Local Governments)

☆ 1973ء کے آئین کی شق 140-A کے تحت پاکستان میں مقامی حکومتوں کو تحفظ دیا گیا ہے۔ اس شق کے مطابق ہر صوبائی حکومت کے لیے لازم ہے کہ وہ مقامی حکومتیں قائم کرے اور اُن میں سیاسی، انتظامی اور معاشی اختیارات و ذمہ داریاں تقسیم کرے۔

☆ اگست 2001 میں صدارتی حکم کے تحت مقامی حکومتیں قائم کی گئیں اور سیاسی، انتظامی و معاشی اختیارات مقامی حکومتوں کو منتقل کیے گئے تاکہ عام شہری کو ضروری خدمات کے ضمن میں بااختیار بنایا جائے۔

☆ مقامی حکومتوں کے نظام میں وفاقی حکومت کے اختیارات جوں کے توں رہے۔ جب کہ صوبائی حکومتوں کے اختیارات اور ذمہ داریوں کو مقامی حکومتوں میں تقسیم کیا گیا۔ اس نظام کے تحت کمشنر، ڈپٹی کمشنر اور ضلع مجسٹریٹ کے عہدوں کو ختم کرکے اختیارات ناظم و نائب ناظم کے حوالے کردیے گئے۔ حالاں کہ کمشنر، ڈپٹی کمشنر اور ضلعی مجسٹریٹ صوبائی حکومتوں کے نمائندوں کے طور پر کام کر رہے تھے۔ اس طرح ضلعی انتظامیہ پر صوبوں کی بجائے مقامی حکومتوں کو کنٹرول حاصل ہوگیا۔

☆ اختیارات کی تقسیم کے منصوبہ کے تحت صوبائی حکومتوں نے اپنے اختیارات مقامی حکومتوں کو تفویض کیے تھے اس لیے صوبائی حکومتوں کو مقامی حکومتیں معطل کرنے کا اختیار حاصل تھا یعنی اپنا اختیار واپس بھی لے سکتی تھیں۔ مقامی حکومتوں کو اپنے وسائل بڑھانے کے لیے ٹیکس لگانے یا ٹیکس میں اضافہ کرنے کی اجازت بھی صوبائی حکومتوں سے لینا پڑتی تھی۔ اسی طرح مقامی حکومتوں میں اہم عہدوں پر افسران کا تقرر بھی صوبائی حکومتیں کیا کرتی تھیں۔

☆ اختیارات کی تقسیم کے منصوبہ کے تحت کوئی ضلعی حکومت ایسی نہ تھی جو خودمختار ہو یا جس پر صوبائی حکومت کو اختیار حاصل نہ ہو۔ اسی لیے جلد ہی مقامی حکومتوں کو ختم کردیا گیا اور کمشنر، ڈپٹی کمشنر اور ضلع مجسٹریٹ کے عہدے بحال کردیے گئے اور تمام اختیارات صوبائی حکومتوں کو واپس کردیے گئے۔

☆ اختیارات کی تقسیم کے منصوبہ میں ضلعی ناظم کا کردار بھی بڑا اہم تھا۔ وہ کسی نہ کسی سیاسی جماعت سے وابستہ تھا اسی لیے وہ فنڈ کی تقسیم بھی اپنی یا اپنی جماعت کی مرضی سے کرتا تھا۔ جس سے مقامی حکومتوں پر بُرے اثرات مرتب ہوئے اگر صوبہ میں مختلف سیاسی جماعت کی حکومت ہوتی تو ضلعی ناظم اپنا کام جاری نہ رکھ سکتا تھا اور مجبوراً اُسے مستعفی ہونا پڑتا تھا۔

☆ اختیارات کی تقسیم کے منصوبہ کے تحت ضلعی پولیس افسران کا تقرر بھی صوبائی حکومتیں کیا کرتی تھیں اور افسران کو کبھی یہ تاثر نہ دیا گیا کہ وہ مقامی حکومتوں کے ملازمین ہیں اور نہ ان کو مقامی حکومتوں کے احکامات ماننے کے لیے مجبور کیا گیا۔ ان کے تبادلہ کا اختیار بھی صوبائی حکومتوں کے پاس تھا۔ لہٰذا وہ صوبائی حکومتوں کے وفادار کے طور پر کام کرتے رہے۔

☆ جون 2005ء میں مقامی حکومتوں کے نظام میں تبدیلی لائی گئی اور مقامی حکومتوں کے اختیارات صوبوں کو دیے گئے۔ وزیر اعلیٰ تمام اختیارات کا حامل ہو گیا اور اُسے ضلعی ناظم یا ضلعی حکومت کی تجاویز کو مسترد کرنے اور ضلعی ناظم کو ہٹانے کا اختیار بھی حاصل ہو گیا۔

☆ ان تبدیلیوں کے ساتھ صوبائی حکومتیں صوبائی وسائل مقامی حکومتوں میں تقسیم کرنے کی پابند نہ رہیں۔ جب کہ مقامی حکومتوں کو اپنے منصوبے مکمل کرنے کے لیے مالی وسائل (فنڈز) کی ضرورت ہوتی تھی۔ وسائل نہ ہونے کی وجہ سے مقامی حکومتوں کے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جاتے تھے۔

☆ اختیارات کی تقسیم کے منصوبہ کے تحت بہت سے محکمے ضلعی حکومتوں کے حوالے نہیں کیے گئے مثلاً پولیس کا محکمہ اور زراعت کا محکمہ جس سے مقامی وصوبائی حکومتوں کے درمیان اختیارات کی کھینچا تانی شروع ہو گئی اور ان کے باہمی تعلقات خراب ہو گئے۔ دراصل دونوں حکومتیں مل کر کوئی کام کرنے کے لیے تیار نہ تھیں۔

مقامی حکومتوں کے مختلف درجات کا ڈھانچا
(Structure of Different Levels of Local Government)

1973ء کے آئین کے آرٹیکل 140-A کے تحت صوبائی حکومتوں پر لازم قرار پایا کہ وہ مقامی حکومتیں قائم کریں اور ان کو مالیاتی اور انتظامی اختیارات دیں۔ 2013ء میں تمام صوبوں نے مقامی حکومتوں کے قیام کے لیے ایکٹ پاس کیے جن کے مطابق دیہی علاقوں میں دو درجاتی نظام جب کہ خیبر پختونخوا میں تین درجاتی نظام قائم کیا گیا۔ جس میں ضلعی اور تحصیل یونین کونسل کی حکومتیں شامل ہیں جب کہ شہری علاقے میں تین درجاتی نظام بنایا گیا جس میں میٹروپولیٹن کارپوریشن، میونسپل کارپوریشن اور میونسپل کمیٹیاں شامل ہیں۔ تفصیل حسب ذیل ہے:۔

دیہی علاقے (Rural Areas)

1- ویلیج نیبر ہڈ/ یونین کونسل (Village Neighborhood/ Union Council)

یہ چیئرمین یا چیئر پرسن، وائس چیئرمین اور 6 جنرل کونسلرز پر مشتمل ہوتی ہے جن کا انتخاب عوام براہ راست پنجاب، سندھ اور بلوچستان میں چار سال کے لیے جب کہ خیبر پختونخوا میں تین سال کے لیے کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ خواتین اور ایک ایک نوجوان، کسان اور غیر مسلم ہوتے ہیں۔ چیئرمین یا چیئر پرسن کونسل کا سربراہ ہوتا ہے اور اس کی غیر حاضری میں وائس چیئرمین یا چیئر پرسن فرائض سرانجام دیتا ہے۔

2- ضلع کونسل/تحصیل کونسل (District Council / Tehsil Council)

ضلع یا تحصیل کی تمام یونین کونسل یا ویلیج نیبر ہڈ کونسل کے براہ راست منتخب کردہ چیئرمین بلحاظ عہدہ ضلع کونسل کے ممبر ہوتے ہیں ان کے علاوہ کم از کم 15 خواتین، 3 کسان، 5 غیر مسلم اور ایک نوجوان اور ٹیکنو کریٹ شامل ہیں۔ صوبہ خیبر پختونخوا میں ضلع کونسل کی جگہ تحصیل کونسل کو اپنایا گیا ہے، جن کے ارکان اور چیئرمین کا انتخاب براہ راست ہوتا ہے۔

ضلع کونسل کے ارکان چیئرمین اور وائس چیئرمین کا انتخاب کرتے ہیں ضلع کونسل کی ایک کابینہ ہوتی ہے۔ جس کا سربراہ چیئرمین ہوتا ہے اور اس کے ارکان میں تعلیم، صحت، انتظامیہ کے ماہر اور ایک مذہبی عالم (سکالر) شامل ہوتے ہیں۔

چیف آفیسر (Chief Officer)

چیف آفیسر ضلع کونسل کے سیکرٹری کے طور پر کام کرتا ہے یہ سینئر سرکاری ملازم ہوتا ہے۔ ضلع کے تمام محکموں کی نگرانی کرتا ہے اور ضلع کے تمام ترقیاتی منصوبوں کی نگرانی بھی اسی کے ذمے ہے۔

شہری علاقے (Urban Areas)

1- میونسپل یا ٹاؤن کمیٹی (Municipal or Town Committee)

میونسپل یا ٹاؤن میں واقع تمام حلقوں (Wards) سے براہ راست منتخب کردہ ارکان (کونسلرز) بلحاظ عہدہ کمیٹی کے ممبر ہوتے ہیں ان کے علاوہ 5 خواتین، 3 غیر مسلم اور 2 لیبر ورکر اور ایک نوجوان شامل ہوتے ہیں۔

کمیٹی کے پہلے اجلاس میں چیئر مین اور وائس چیئر مین کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ چیئر مین کمیٹی کا سربراہ ہوتا ہے اور اس کی غیر حاضری میں وائس چیئر مین کام کرتا ہے۔

چیف آفیسر (Chief Officer)

یہ چھوٹے درجے کا سرکاری ملازم ہوتا ہے، تمام محکموں میں رابطہ قائم کرتا ہے اور تمام امور کی نگرانی کرتا ہے۔

2- میونسپل کارپوریشن (Municipal Corporation)

میونسپل کارپوریشن میں واقع تمام میونسپل یا ٹاؤن کے براہ راست منتخب کردہ چیئر مین بلحاظ عہدہ کارپوریشن کے ممبر ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ 5 خواتین، 5 غیر مسلم، 2 ورکرز، 2 ٹیکنو کریٹ اور ایک نوجوان ممبر شامل ہوتے ہیں۔

کارپوریشن اپنے پہلے اجلاس میں میئر اور ڈپٹی میئر کا انتخاب کرتی ہے۔ میئر کی غیر حاضری میں ڈپٹی میئر کام کرتا ہے۔

چیف آفیسر (Chief Officer)

چیف آفیسر درمیانہ درجہ کا سرکاری ملازم ہوتا ہے جو تمام محکموں میں رابطہ رکھتا ہے اور ترقیاتی منصوبوں کی نگرانی بھی کرتا ہے۔

3- میٹروپولیٹن کارپوریشن (Metropolitan Corporation)

میٹروپولیٹن کارپوریشن میں واقع تمام ٹاؤن کمیٹیوں کے براہ راست منتخب کردہ چیئر مین بلحاظ عہدہ کارپوریشن کے ممبر ہوتے ہیں ان کے علاوہ مخصوص نشستیں جن میں 25 خواتین، 5 ورکرز، 2 نوجوانوں اور 10 غیر مسلموں کے لیے مخصوص ہوتی ہیں۔ میٹروپولیٹن کے پہلے اجلاس میں لارڈ میئر اور ڈپٹی میئر کا انتخاب مشترکہ پینل میں کارپوریشن کے موجود ارکان اکثریت سے کرتے ہیں۔ لارڈ میئر میٹروپولیٹن کا انتظامی سربراہ ہوتا ہے اور اس کی عدم موجودگی میں ڈپٹی میئر کام کرتا ہے۔

چیف آفیسر (Chief Officer)

چیف آفیسر اعلیٰ درجہ کا سرکاری ملازم ہوتا ہے جو تمام محکموں کی نگرانی کرتا ہے اور تمام محکموں میں رابطہ قائم رکھتا ہے اور ترقیاتی کاموں کی نگرانی بھی اِسی کے ذمہ ہوتی ہے۔

مختلف سطح پر مقامی حکومتوں کے فرائض
(Functions of Local Governments at Various Levels)

1- یونین کونسل/ ویلیج نیبر ہڈ کونسل کے فرائض

(Functions of the Union Council / Village Neighbourhood Council)

(i) کونسل کا بجٹ منظور کرنا اور ٹیکس یا فیس کی منظوری دینا۔

(ii) پنچائت کے ممبر مقرر کرنا اور ان کی کارکردگی کی نگرانی کرنا۔

(iii) عوامی راستے، گلیاں، قبرستان، باغ اور کھیلوں کے میدان کو بحال کرنا۔

(iv) عوامی راستوں اور گلیوں میں روشنی کا بندوبست کرنا۔

(v) پینے کے پانی کے لیے کنویں، ٹیوب ویل اور پانی کے ٹینک وغیرہ قائم کرنا اور اُن کو بحال رکھنا۔

(vi) مویشیوں کے لیے چراگاہوں اور پینے کے پانی کا بندوبست کرنا۔

(vii) متعلقہ علاقے کے رہائشیوں کی صحت اور ان کے تحفظ کا بندوبست کرنا۔

(viii) ضلع کونسل کی منظوری سے صنعت، زراعت اور تجارتی مارکیٹوں کا بندوبست کرنا۔

(ix) یونین یا ویلیج کونسل کے قوانین اور بائی لاز کو لاگو کرنا۔

2- ضلع یا تحصیل کونسل کے فرائض (Functions of District or Tehsil Council)

(i) بائی لاز اور ٹیکسوں کی منظوری دینا اور سالانہ بجٹ منظور کرنا اور لاگو کرنا۔

(ii) شہریوں میں فلاحی کاموں اور معاشرتی اصلاح کا جذبہ پیدا کرنا۔

(iii) ضلع یا تحصیل کے افسران کی کارکردگی کا جائزہ لینا۔

(iv) عوامی سڑکوں اور راستوں سے تجاوزات ہٹانا اور روشنی کا بندوبست کرنا۔

(v) مویشی منڈیاں اور عوامی میلے منعقد کرنا اور کھیلوں کا بندوبست کرنا۔

(vi) طوفان، سیلاب، زلزلہ اور دیگر قدرتی آفات کی صورت میں لوگوں کی مدد کرنا۔

(vii) یتیموں، بیواؤں، نادار اور معذور لوگوں کی مدد کرنا۔

(viii) دیہی علاقوں میں پینے کے پانی اور کھیتوں میں پانی مہیا کرنے کے لیے یونین کونسلوں کی مدد کرنا۔

(ix) پلوں اور دیگر عوامی عمارتوں کی تعمیر کرنا۔

(x) صنعت، زراعت اور تجارتی مارکیٹوں کے لیے زمین مہیا کرنا۔

(xi) ضلع کی ترقی کے لیے دیگر سرگرمیاں انجام دینا۔

3- میونسپل یا ٹاؤن کمیٹی کے فرائض (Functions of Municipal or Town Committee)

(i) ترقیاتی منصوبے بنانا، ان کی منظوری دینا اور ان کے لیے مالیات کا بندوبست کرنا۔

(ii) مقامی زمینوں کی تقسیم اور اُن کے استعمال کا بندوبست کرنا۔
(iii) صنعت، زراعت اور تجارتی مارکیٹوں کے لیے زمین مہیا کرنا اور ان کا بندوبست کرنا۔
(iv) پارک بنانا کھیلوں کے لیے میدان اور قبرستانوں کے لیے جگہ مخصوص کرنا۔
(v) سڑکوں اور گلیوں کا بندوبست کرنا اور اُن کو بحال رکھنا۔
(vi) پینے کے پانی کا بندوبست کرنا اور گندے پانی کے نکاس کا انتظام کرنا۔
(vii) ٹیکس اور فیسوں کی منظوری دینا اور اُن کو وصول کرنا۔
(viii) مویشی منڈیاں قائم کرنا اور مویشی میلے منعقد کرنا۔
(ix) کھیلوں کے میدان کا بندوبست کرنا اور ثقافتی میلے منعقد کرنا۔
(x) میونسپل قوانین کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دینا۔
(xi) میونسپل کمیٹی کے لیے قوانین اور بائی لاز بنانا اور ان کو لاگو کرنا۔

میٹروپولیٹن/ میونسپل کارپوریشن کے فرائض
(Functions of the Metropolitan/ Municipal Corporation)

(i) زمین کے منصوبے، ماحولیات کے منصوبے اور شہری منصوبوں کی منظوری دینا۔
(ii) قوانین اور بائی لاز کی منظوری دینا اور ان کو لاگو کرنا۔
(iii) رہائشی کالونیاں، مارکیٹیں، سڑکیں اور عوامی مفادات کے منصوبے بنانا اور لاگو کرنا۔
(iv) عوامی ٹریفک کے نظام کو درست کرنا، پُل، فلائی اوور، انڈر پاس بنانا اور بحال رکھنا، علاقے کو خوبصورت بنانا اور بحال رکھنا۔
(v) پینے کے پانی کے ذخائر بنانا اور بحال رکھنا، گندے پانی کے اخراج کا بندوبست کرنا۔
(vi) صنعت، زراعت اور مارکیٹوں کے لیے جگہ مہیا کرنا، پارک بنانا اور انھیں بحال رکھنا اور ٹرانسپورٹ کا بندوبست کرنا۔
(vii) میونسپل قوانین اور بائی لاز بنانا اور لاگو کرنا۔
(viii) شہری علاقوں میں سڑکوں اور راستوں سے تجاوزات ہٹانا اور ماحولیات کو بحال رکھنا۔
(ix) لائبریریاں، عجائب گھر اور مصوری کے مراکز قائم کرنا اور بحال رکھنا۔
(x) بجٹ بنانا اور منظور کرنا، منصوبے بنانا اور ان کے لیے رقوم فراہم کرنا، ٹیکسوں اور فیسوں کی منظوری دینا اور وصول کرنا۔
(xi) کھیلوں کا بندوبست کرنا اور ثقافتی میلوں اور مویشی منڈیوں کو منعقد کرنے کے لیے بندوبست کرنا۔
(xii) ہر قسم کے لائسنس، پرمٹ اور اجازت نامے جاری کرنا۔
(xiii) بیواؤں، یتیموں، معذوروں اور قدرتی آفات کے متاثرین کی مدد کرنا۔
(xiv) میونسپل قوانین کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دینا۔

سوالات

1۔ ذیل میں دیے گئے چار جوابات میں سے درست جواب پر (✓) کا نشان لگائیں۔

i- وفاق جس کے نام سے اپنے فرائض سرانجام دیتا ہے:

(الف) گورنر (ب) صدر (ج) لارڈ میئر (د) میئر

ii- صوبائی فرائض کی انجام دہی کے لیے جو ادارہ قانون سازی کرتا ہے:

الف۔ قومی اسمبلی (ب) سینٹ (ج) صوبائی اسمبلی (د) مقامی حکومتیں

iii- کشمیر کونسل کے ارکان کی تعداد ہے:

(الف) 12 (ب) 14 (ج) 16 (د) 18

iv- گلگت بلتستان کونسل کے ارکان کی تعداد ہے:

(الف) 12 (ب) 14 (ج) 16 (د) 18

v آزاد جموں و کشمیر کی سپریم کورٹ میں ججوں کی تعداد ہے:

(الف) 3 (ب) 4 (ج) 5 (د) 6

vi پاکستان کی قومی سلامتی کونسل کی صدارت کرتا ہے:

(الف) صدر (ب) وزیر اعظم (ج) چیف آف آرمی سٹاف (د) چیف آف ائیر سٹاف

vii 1973ء کے آئین کی جس شق کے تحت مقامی حکومتوں کو تحفظ دیا گیا ہے:

(الف) 140-A (ب) 140-B (ج) 140-C (د) 140-D

viii- پاکستان میں مقامی حکومتوں کے نظام میں تبدیلی لائی گئی:

(الف) 2001ء میں (ب) 2003ء میں (ج) 2005ء میں (د) 2007ء میں

ix- مقامی حکومتوں کے دیہی علاقوں کے نظام کے درجے ہیں:

(الف) ایک (ب) دو (ج) تین (د) چار

x- میٹروپولیٹن کارپوریشن کا سربراہ ہوتا ہے:

(الف) چیئرمین (ب) چیئرپرسن (ج) لارڈ میئر (د) میئر

2- مختصر جواب دیں۔

i- کشمیر کونسل کے ممبران کی تعداد بتائیں۔

ii- گلگت بلتستان کونسل کا چیئرمین کون ہوتا ہے؟

iii- کون سے آرٹیکل کے تحت صوبائی حکومتیں انتظامی اختیار استعمال کرتی ہیں؟ تجزیہ کریں۔

iv- مقامی حکومتیں کب قائم کی گئیں؟

v- مقامی حکومتوں کے مختلف درجات بتائیں۔
vi- چیف آفیسر کیا فرائض سرانجام دیتا ہے؟
vii- آزاد جموں و کشمیر کے صدر کی حیثیت بتائیں۔
viii- سپریم ایپلٹ کورٹ کہاں قائم کی گئی ہے؟

3- تفصیل سے جواب دیں۔

i- 1973ء کے آئین کے تحت وفاق کے فرائض بیان کریں۔
ii- گلگت بلتستان کا انتظامی ڈھانچا اور فرائض بیان کریں۔
iii- وفاقی و صوبائی حکومتوں کے تعلق کی نوعیت کا تجزیہ کریں۔
iv- صوبائی و مقامی حکومتوں کے باہمی تعلقات واضح کریں۔
v- پاکستان میں صوبوں کے فرائض کا جائزہ لیں۔
vi- پاکستان میں ضلعی یا تحصیل کونسل کے فرائض بیان کریں۔
vii- پاکستان میں میٹروپولیٹن کارپوریشن کے فرائض واضح کریں۔

سرگرمیاں

i- پاکستان میں میونسپل کارپوریشن کے فرائض پر مباحثہ کروائیں طلبہ کو ضلع کونسل کی کارروائی دکھائیں اور اس پر ایک رپورٹ تیار کروائیں۔
ii- طلبہ کے دو گروپ بنا کر ان سے وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے ڈھانچوں کا چارٹ بنوائیں۔

باب 4

انسانی حقوق
(Human Rights)

تدریسی مقاصد

اس باب کے مطالعہ کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

1- انسانی حقوق کے تصور کی بنیادی خصوصیات کی وضاحت کر سکیں۔

2- اسلام کے حوالے سے بنیادی انسانی حقوق کے تصور کا جائزہ لے سکیں۔

3- اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے انسانی حقوق کے منشور 1948ء کی دفعات بیان کر سکیں۔

4- پاکستان کے آئین 1973ء میں دیے گئے شہریوں کے حقوق و فرائض کا انسانی حقوق کے بین الاقوامی منشور سے موازنہ کر سکیں۔

5- پاکستان میں انسانی بنیادی حقوق کی نوعیت کی وضاحت کر سکیں۔

6- قومی اور بین الاقوامی سطح پر انسانی حقوق سے آگاہی حاصل کر سکیں۔

انسانی حقوق کا تصور
(Concept of Human Rights)

وہ مطالبات جو شہری اپنی بھلائی کے لیے حکومت سے یا آپس میں کرتے ہیں اور حکومت اور معاشرہ انھیں تسلیم کرتا ہے، حقوق کہلاتے ہیں۔ حقوق دو طرح کے ہوتے ہیں، اخلاقی حقوق اور قانونی حقوق۔ مختلف مفکرین نے حقوق کی تعریف یوں بیان کی ہے:۔

ارسطو (Aristotle)

"حقوق ریاست کی بنیاد ہوتے ہیں اور انصاف کا دارومدار حقوق پر ہوتا ہے"۔

"سماجی زندگی کی ان شرائط کو حقوق کہتے ہیں جن کے بغیر کوئی فرد اپنی زندگی کی تکمیل نہیں کر سکتا"۔

ہاب ہاؤس (Hobhouse)

"حقوق وہ توقعات ہیں جو ہم دوسروں سے اور دوسرے ہم سے کرتے ہیں"۔

☆ انسانی حقوق وہ نظریہ ہے جس کے مطابق تمام انسان برابر ہیں اور یکساں طور پر حقوق رکھتے ہیں۔ اس نظریہ میں وہ تمام اجزا شامل ہیں جس کے تحت تمام انسان یکساں طور پر بنیادی ضروریات اور سہولیات کے لحاظ سے برابر کے حق دار ہیں۔ آفاقی فلسفہ میں انسانی حقوق انسان کے پیدا ہوتے ہی حاصل ہو جاتے ہیں خواہ وہ کسی خطے یا معاشرہ میں رہ رہا ہو یا کسی نظریے کا حامل ہو۔ انسانی حقوق کو معاشرتی طور پر عوامی رائے یا قومی و بین الاقوامی قوانین کی مدد سے نافذ کیا جاتا ہے۔

☆ 1215ء میں برطانیہ میں میگنا کارٹا (Magna Carta) نام کی ایک دستاویز پر وہاں کے بادشاہ نے دستخط کیے۔ اس کے بعد برطانوی دستور میں مسودہ حقوق اور عرضداشت حقوق بھی شامل کیے گئے۔ فرانس اور امریکا نے اٹھارویں صدی کے آخر میں اپنے ہاں انسانی حقوق کو رائج کیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ جمہوریت، آزادی اور حقوق کے حوالے سے بڑی پیش رفت ہوئی۔

☆ انسانی حقوق کا جدید تصور دوسری جنگ عظیم کے بعد سامنے آیا۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے 1948ء میں مشاورت سے انسانی حقوق کا آفاقی منشور ترتیب دیا۔

☆ حقوق، آزادی مہیا کرتے ہیں اور اس آزادی کی حفاظت ریاست کرتی ہے حقوق اور آزادی انسانی صلاحیتوں کو اجاگر کرتے ہیں اور افراد اپنے آپ کو محفوظ اور مطمئن محسوس کرتے ہیں۔ ریاست ان حقوق کو تسلیم کرتی ہے اور ان کی محافظ بھی ہوتی ہے۔ جمہوریت اور حقوق کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ جدید دور کی ہر ریاست میں حقوق پر بڑا زور دیا جاتا ہے۔ انسانی حقوق کی فہرست کو دستور میں شامل کیا جاتا ہے۔ دستور میں دیے گئے حقوق کی حفاظت کا عدالتوں کے ذریعے سے خصوصی بندوبست کیا جاتا ہے۔

☆ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ انسانی زندگی دیگر جان داروں سے اہم تر ہے۔ انسان خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتا ہے۔ ہمارے نبی کریم رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے انسانی حقوق، آزادی اور مساوات کا اعلان 10 ہجری، بمطابق 631 عیسوی اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا جس کو انسانی حقوق کا چارٹر کہا جاتا ہے اور اس کے تحفظ کی ذمہ داری اسلامی ریاست پر عائد ہوتی ہے۔ یہ اعلان جس دور میں کیا گیا وہ مغرب میں تاریک دور تھا۔ مغربی دنیا پوری طرح انسانی حقوق کے تصور سے آشنا نہیں تھی۔

☆ انسانی حقوق نا قابل تقسیم، باہمی انحصار اور باہمی تعلق رکھتے ہیں۔ انسانی بنیادی حقوق کسی کی بخشش نہیں ہوتے بلکہ ہر انسان پیدا ہوتے ہی ان حقوق کا دعویدار بن جاتا ہے۔ انسانی بنیادی حقوق کی حیثیت ہمہ گیر ہوتی ہے۔ انسانی بنیادی حقوق کو کوئی حکومت غصب نہیں کر سکتی اور ان حقوق کا محافظ ملکی دستور ہوتا ہے۔ انسانی بنیادی حقوق کی حیثیت قانونی حقوق سے بڑھ کر ہوتی ہے اور ان کا تحفظ ملکی عدالتیں کرتی ہیں۔

☆ شہریوں کو جو حقوق دیے جاتے ہیں ان کے بدلے میں ان پر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں جنھیں فرائض کہتے ہیں مثلاً اپنے ملک کا وفادار رہنا، قانون کی پابندی کرنا، ٹیکس ادا کرنا وغیرہ۔ حقوق و فرائض لازم و ملزوم ہیں اور فرائض ادا کیے بغیر ترقی کا خواب ادھورا رہ جاتا ہے۔ ادیان عالم کی تعلیمات میں حقوق و فرائض کو عبادت کا درجہ حاصل ہے۔ اِس زمانے میں ہر مُلک کے شہری کو حقوق کے ساتھ ساتھ فرائض بھی پورے کرنے ہوتے ہیں۔ فرض نبھائے بغیر حق کا مطالبہ کرنا صحیح نہیں۔

اسلام میں انسانی حقوق کا تصور
(Islamic Concept of Human Rights)

اسلام نے آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے انسانی حقوق کا اعلان کیا۔ حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے ہجرت کے دسویں سال حج فرمایا اور میدان عرفات میں جبل الرحمت کے قریب کھڑے ہو کر آخری خطبہ دیا، جسے خطبہ حجۃ الوداع کہتے ہیں۔

خطبہ حجۃ الوداع کا خلاصہ (Summary of the Sermon of Hajjatul Wida)

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم 25 ذی القعدہ 10 ہجری کو ایک لاکھ چالیس ہزار جانثاروں کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوئے اور 4 ذوالحج 10 ہجری کو آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے حج ادا فرمایا اور میدان عرفات میں جبل الرحمت کے قریب کھڑے ہو کر آخری خطبہ دیا۔ آپ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے واضح کیا کہ کسی عربی کو

عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے اور اگر ہے تو صرف تقویٰ کی بنیاد پر۔آپ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنے خطبے میں سود جیسی انسان دشمن لعنت کو ختم کرنے کا اعلان فرمایا اور انسانی بھائی چارے پر خصوصی زور دیا۔آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع انسانی حقوق کا عظیم ترین چارٹر ہے۔خطبہ حجۃ الوداع میں آپ رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے فرمایا۔

- ☆ ''تمام کائنات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔تمام لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔تمام انسان برابر اور ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔کسی کو کسی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔گورے کو کالے پر اور عربی کو عجمی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں یعنی گورا' کالا' عربی اور عجمی آپس میں برابر ہیں۔ہر فرد کی زندگی، جائیداد اور عزت دوسرے کے لیے مقدس ہے۔''
- ☆ ''اے لوگو! میرے الفاظ غور سے سنو کیوں کہ یہ میں نہیں جانتا کہ اگلے سال بھی میں آپ کے درمیان ہوں گا۔یاد رکھیے! آپ نے اپنے اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے جو آپ سے آپ کے کاموں کا حساب لے گا۔''
- ☆ ''اے لوگو! آپ کو اپنی بیویوں پر حق حاصل ہے اُن کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ۔یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کی حفاظت میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ پر حلال ہیں۔''عرب معاشرہ میں پہلی دفعہ خواتین کو حقوق دیے گئے اور ان کا درجہ بلند کیا گیا۔
- ☆ ''اپنے غلاموں کو وہی کھلاؤ اور وہی پہناؤ جو تم خود اپنے لیے کھانا اور پہننا پسند کرتے ہو۔اگر وہ کوئی غلطی کر بیٹھیں اور آپ انھیں معاف کرنے کے لیے تیار نہ ہوں تو تب انھیں آزاد کر دیں اور ان کے ساتھ سختی سے مت پیش آئیں۔''
- ☆ ''اے لوگو! میرے الفاظ سن لو اور یاد رکھو کہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔جب تم آپس میں بھائی بھائی ہو تو اپنے بھائی کا مال مت لو جس کو وہ خوشی سے دینا نہ چاہے۔ناانصافی کرنے سے اپنے آپ کو روکو۔''
- ☆ ان تمام حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ خطبہ حجۃ الوداع عالمی انسانی حقوق کا ایک مکمل اور جامع چارٹر ہے جس میں تمام انسانوں کو برابر کر دیا گیا ہے۔ہر قسم کی اونچ نیچ ختم کر دی گئی ہے اور غلام کو مالک کے برابر حقوق دیے گئے ہیں۔

اسلام میں شہریوں کے حقوق (Citizen's Rights in Islam)

اسلام میں حقوق پر بڑا زور دیا گیا ہے اور اسلامی ریاست شہریوں کے حقوق کے تحفظ کی ذمہ دار قرار دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اور حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم نے اپنی احادیث مبارکہ میں شہریوں کے حقوق کے حوالے سے بڑی واضح ہدایات فرمائی ہیں۔انسانوں کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ اسلام میں داخل ہو کر فرائض ادا کریں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر عائد کیے ہیں اور اسی طرح اپنے ساتھی انسانوں کے حقوق کا خصوصی خیال رکھیں۔اللہ تعالیٰ نے پڑوسیوں' ناداروں' بیواؤں' یتیموں' رشتہ داروں اور قرابت داروں کے حقوق کو بڑی اہمیت دی ہے۔اگر ہر فرد ان فرائض کو ادا کرتا رہے جو اس پر دوسرے افراد کی طرف سے عائد ہوتے ہیں تو انسانی زندگی جنت کا نمونہ بن سکتی ہے۔اسلام میں شہریوں کے حقوق کو ذیل میں بیان کیا گیا ہے:۔

1-مذہبی حقوق (Religious Rights)

اسلامی ریاست میں مذہبی آزادیاں دی جاتی ہیں۔غیر مسلموں کو بھی اپنے اپنے مذاہب کے مطابق زندگی بسر کرنے کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں۔قرآن مجید میں حکم ہے کہ (ترجمہ): ''دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے، بے شک ہدایت گمراہی سے خوب واضح ہو چکی ہے۔''

(سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 256) غیر مسلم کی عبادت پر کوئی پابندی نہیں۔قرآن مجید میں ارشاد ہے۔(ترجمہ):"اور جنھیں وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں اُنھیں بُرامت کہو پس (ایسانہ) کہ وہ بھی علم کے بغیر زیادتی کرتے ہوئے اللہ کو بُرا بھلا کہنے لگیں"(سورۃ الانعام، آیت نمبر 108)

2-معاشی حقوق (Economic Rights)

اسلامی ریاست میں شہریوں کو جائیداد بنانے اور نجی جائیداد رکھنے کا حق دیا گیا ہے۔انسانی زندگی کی طرح انسانوں کی جائیدادوں کی حفاظت بھی ریاست کی ذمہ داری ہے۔حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا"خبردار! آپ کی زندگیاں اور آپ کے مال ایک دوسرے کے لیے اسی طرح قابل احترام ہیں جس طرح آج کا دن قابل احترام ہے"۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے (ترجمہ): "اور ان کے مالوں میں سوال کرنے والوں اور محتاجوں کا حق ہوتا تھا۔"(سورۃ الزاریات، آیت نمبر 19)

مزدور کو اسلامی ریاست عزت دیتی ہے، تحفظ دیتی ہے اور اس کے کام کی عظمت کو تسلیم کرتی ہے۔محنت میں عظمت کا اصول اسلام نے پوری طرح قبول کیا ہے۔وہ سارے حقوق جو معاشی شعبے میں جدید دور میں عوام کو دیے گئے ہیں، اسلامی نظام کے تحت ان کی یقین دہانی صدیوں پہلے کرادی گئی تھی۔حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کا ارشاد ہے۔"مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے مزدوری دے دو"(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 2443)

3- سیاسی حقوق (Political Rights)

افراد کو حق دیا گیا ہے کہ اپنی حکومت کی تشکیل میں حصہ لیں، حکومت کی خامیوں کی نشان دہی کریں اور حکومتی پالیسیوں میں خرابیوں کے خلاف اگر ضرورت سمجھیں تو احتجاج کریں۔اسلام ظالم حکومت کے خلاف آواز اٹھانے کا حق دیتا ہے۔پہلے خلیفہ اسلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حلف اٹھانے کے بعد فرمایا۔"اگر میں حق پر فیصلہ کروں تو میرا ساتھ دینا اور اگر میں حق پر نہ چلوں تو مجھے ہٹا دینا۔" اسلام میں جمہوریت کو رائج کیا گیا ہے۔خلیفہ کو منتخب کرنا ایک اہم اسلامی اصول ہے۔خلفائے راشدین نے خلافت کا منصب سنبھالا تو اس میں عوامی رائے کا واضح اظہار پہلے کیا گیا تھا۔

i- حکومت پر تنقید کا حق (Right to Criticize the Government)

اسلام میں ہر شہری کو اپنی رائے دینے، حکومت پر تنقید کرنے اور غلط فیصلوں کے خلاف احتجاج کرنے کا حق ملا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو عوامی احتساب کے لیے پیش کیا۔حضرت علی کرم اللہ وجھہ الکریم نے خلافت کا بوجھ اس وقت قبول کیا جب امت مسلمہ کے بہت سے ارکان مسجد میں اکٹھے ہوئے اور انھیں اپنا خلیفہ چنا۔

ii- اظہار رائے کی آزادی (Freedom of Speech)

عوام کی رائے کو اسلام میں بڑا احترام دیا گیا ہے۔عوام کو اپنی رائے کے اظہار میں مکمل آزادی دی گئی ہے۔ ہر شہری کو تحریر و تقریر کا حق حاصل ہوتا ہے۔

iii- مساوات (Equality)

اسلام بلا امتیاز تمام افراد سے یکساں سلوک کی ہدایت کرتا ہے۔عجمی و عربی اور کالے و گورے کی تمیز کے بغیر مساوات کے اصول کو اپنانا ضروری ہے۔ قانون میں تمام افراد کو مساوی درجہ دیا گیا ہے۔ قانون کی نظر میں کوئی برتر یا کم تر نہیں۔رنگ، نسل اور ذات کے فرق کو

اسلامی ریاست میں تسلیم نہیں کیا گیا۔مجرموں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کیا جانا لازم ہے۔اسلامی ریاست میں مجرم کی حیثیت نہیں دیکھی جاتی بلکہ جرم کی نوعیت کے مطابق فیصلہ ہوتا ہے۔

iv- انصاف (Justice)

اسلام میں ہر ایک شخص کو انصاف کا حق دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا حکم ہے (ترجمہ): ''اور اگر آپ فیصلہ فرمائیں تو اِن کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ فرما دیجیے۔'' (سورۃ المائدہ، آیت نمبر 42)

(ترجمہ): ''اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ کافر ہیں۔'' (سورۃ المائدہ، آیت نمبر 44)

(ترجمہ): ''جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے نہیں ملایا یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے امن ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔'' (سورۃ الانعام، آیت نمبر 82)

4۔شہری حقوق (Civic Rights)

چند اہم شہری حقوق ذیل میں دیے گئے ہیں:۔

i۔ زندگی کا حق (Right to life)

انسانی زندگی کے تحفظ کے متعلق دین اسلام نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں (ترجمہ): ''جس نے کسی جان کو بغیر کسی جان (کے بدلہ) یا زمین میں بغیر فساد مچانے کے قتل کیا تو گویا اُس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی ایک جان کو بچایا تو گویا اُس نے تمام انسانوں کو بچا لیا'' (سورۃ المائدہ، آیت نمبر 32) لیکن یہ تحفظ فسادی اور قاتل کے لیے نہیں ہے۔قاتل کو سخت ترین سزا دینے کا حکم ہے تا کہ دوسرے عبرت حاصل کریں۔اگر کسی شخص کی جان، آنکھ، کان، ناک یا کوئی عضو کسی دوسرے شخص کے ہاتھوں ضائع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔(ترجمہ): ''جان کے بدلہ جان ہوگی اور آنکھ کے بدلہ آنکھ اور ناک کے بدلہ ناک اور کان کے بدلہ کان اور دانت کے بدلہ دانت اور زخموں کا بھی بدلہ لیا جائے گا۔'' (سورۃ المائدہ، آیت نمبر 45) ظالم کو صرف دنیا ہی میں سزا نہیں ملتی، وہ اگلے جہان میں بھی سزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔اسلام تو کسی فرد کو خود اپنی جان لینے یعنی خودکشی کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتا۔خودکشی اسلام میں حرام ہے اور حرام موت مرنے والا اگلے جہان جا کر سزا بھگتے گا۔

ii۔ آزادی کا حق (Right to Freedom)

اسلام غلامی کی نفی کرتا ہے اور ایک انسان پر دوسرے انسان کے تسلط کو ناپسند کرتا ہے۔کوئی فرد یا ادارہ کسی دوسرے فرد کو ریاستی قانون کی اجازت کے بغیر قید میں نہیں رکھ سکتا اور نہ قانون کی مرضی کے بغیر کوئی سزا دے سکتا ہے۔خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انسانوں کی آزادی کے حوالے سے حکمرانوں کو سخت تنبیہ کی اور کہا کہ ''ماؤں نے انھیں آزاد جنا اور تم نے انھیں غلام کیسے بنا لیا؟''

iii- خواتین کے حقوق (Women's Rights)

اسلامی ریاست اور معاشرہ خواتین کو عزت و وقار دیتا ہے، انھیں ہر طرح تحفظ فراہم کرتا ہے۔خواتین کی عزت و آبرو کی حفاظت کرنا اسلامی ریاست کا بڑا اہم فریضہ قرار پایا ہے۔اسلام نے وراثت میں عورت کا حصہ مقرر کر کے اسے معاشی و معاشرتی طور پر تحفظ فراہم کیا ہے۔

iv- عزت کا تحفظ (Protection of Honour)

ہر خاتون اور مرد کی عزت کا تحفظ ضروری ہے۔کوئی فرد اپنی طاقت کے بل بوتے پر کسی دوسرے فرد کی اہانت کرے، اس کے

عقائد کا مذاق اڑائے یا کسی عورت کی عزت و آبرو کو داغ دار کرے تو وہ سخت سزا پانے کا حق دار ہے۔ اسلام ہر فرد کو عزت و توقیر دیتا ہے۔ اسلام بہتان تراشی اور غیبت کرنے سے سخت منع کرتا ہے۔ کسی کی پیٹھ پیچھے اس کی برائی کو اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، (ترجمہ): ''اے ایمان والو! مَردوں کا کوئی گروہ دوسرے مَردوں کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے وہ لوگ اُن (مذاق اُڑانے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا (مذاق اڑائیں) ممکن ہے کہ وہ اِن (مذاق اڑانے والیوں) سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے کو طعنہ نہ دیا کرو اور ایک دوسرے کو بُرے القاب کے ساتھ نہ پکارو ایمان کے بعد فسق بہت بُرا نام ہے اور جو لوگ (اس روش سے) توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔'' (سورۃ الحجرات، آیت نمبر 11)

v- **خاندان کا حق (Family Right)**

ہر شخص کو اپنا گھر بسانے، نکاح کرنے اور اولاد کی خواہش کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ نکاح سنت حضرت **محمد** رسول اللہ خَاتَمُ النَّبِیِّیْن صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ ہے۔ قرآن پاک اور احادیث میں خاوند اور بیوی کے باہمی حقوق کا ذکر موجود ہے۔ نکاح، طلاق، خلع اور آبائی وراثت کے بارے میں قوانین بنا کر خاندان کے ادارے کو مضبوط اور بنیادی بنایا گیا ہے۔ ماں باپ کا احترام اور بچوں سے شفقت کی تلقین کی گئی ہے۔ ماں جیسی بھی ہو اولاد کو اس کے پاؤں تلے جنت تلاش کرنے کو کہا گیا ہے۔

اقوامِ متحدہ کا انسانی حقوق کا عالمی منشور (1948ء)
United Nations Universal Declaration of Human Rights (1948)

اقوام متحدہ کی کوششوں سے فروری 1946ء میں انسانی حقوق کا کمیشن بنا جس کے ذمے یہ کام لگایا گیا کہ انسانی حقوق کا مسودہ تیار کر کے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے سامنے پیش کرے۔ کمیشن کے سامنے ایک بہت ہی کٹھن کام تھا کیونکہ اقوام متحدہ کے اس وقت کے 58 رکن ممالک میں مذہبی روایات، سیاسی نظریات، قانونی نظاموں، اقتصادی، سماجی اور ثقافتی طریقوں میں بڑے اختلافات موجود تھے۔ ایسے مسودہ کی تیاری جو سب کے لیے قابل قبول ہو، واقعی مشکل کام تھا۔

انسانی حقوق کے کمیشن نے مسودہ تیار کر کے جنرل اسمبلی کے سامنے منظوری کے لیے پیش کر دیا۔ جنرل اسمبلی نے 10 دسمبر 1948ء کو اسے منظور کیا۔ مسودہ کی منظوری سے انسان کی عزت و وقار میں بے حد اضافہ ہوا، اس لیے اقوام متحدہ ہر سال 10 دسمبر کو عالمی منشور کی سالگرہ مناتی ہے۔

انسانی حقوق کے عالمی منشور کے اہم نِکات مندرجہ ذیل ہیں:۔

1۔ سب انسان آزاد پیدا ہوئے ہیں اور حقوق و عزت کے لحاظ سے برابر ہیں اس لیے انھیں ایک دوسرے سے بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔
2۔ ہر شخص بلا امتیاز رنگ، نسل، زبان، مذہب، عقیدہ اور ملک کے برابر ہے اور وہ برابر کی آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے۔ نیز اس کے ساتھ بین الاقوامی حیثیت کی بنیاد پر برابری کا سلوک کیا جائے گا۔
3۔ ہر شخص کو اپنی جان، آزادی اور ذاتی دفاع کا حق حاصل ہے۔
4۔ کسی بھی شخص کو غلام بنا کر نہیں رکھا جا سکتا۔ غلاموں کی خرید و فروخت ہر شکل وصورت میں ممنوع ہے۔
5۔ کسی بھی فرد سے ظالمانہ، انسانیت سوز اور ذلت آمیز برتاؤ کیا جائے گا نہ ہی جسمانی ایذا کی سزا دی جائے گی۔
6۔ ہر فرد کو ہر جگہ اس کی شخصیت کو قانوناً تسلیم کیے جانے کا حق حاصل ہے۔
7۔ تمام افراد قانون کی رو سے برابر ہیں اور ہر ایک کو یکساں قانونی دفاع کا حق حاصل ہے۔

8۔ ہر فرد کو دستور یا قانون میں حاصل بنیادی حقوق کی خلاف ورزی کے خلاف بااختیار قومی عدالتوں سے موثر انصاف حاصل کرنے کا حق ہے۔

9۔ کسی بھی فرد کو حاکم کی مرضی پر گرفتار، نظر بند یا جلاوطن نہیں کیا جا سکتا۔

10۔ ہر فرد کو یہ حق حاصل ہے کہ اس پر عائد الزام کے بارے میں مقدمے کی سماعت آزاد اور غیر جانبدار عدالت کے کھلے اجلاس میں ہو۔

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے اجلاس کا منظر

11۔ ہر فرد کو اس کی نجی زندگی، خاندان، گھر بار اور خط کتابت میں عدم مداخلت کا حق حاصل ہے اسی طرح اس کی عزت اور نیک نامی پر حملہ بھی ممنوع ہے۔ اس صورت میں اسے قانون کے ذریعے سے دفاع کا حق حاصل ہے۔

12۔ ہر فرد کو اس کے ملک میں یا بیرون ملک آمدورفت یا سکونت اختیار کرنے کا حق حاصل ہے۔

13۔ ہر فرد اس وقت تک بے قصور سمجھا جائے گا جب تک عدالت سے مجرم ثابت نہیں ہوتا۔

14۔ ہر فرد کو اذیت سے بچنے کے لیے دوسرے ملک میں پناہ کا حق ہے۔ پناہ ملنے کی صورت میں اس ملک کی تمام سہولتوں کا بھی حق دار ہوتا ہے۔

15۔ ہر فرد کو قومیت کا حق حاصل ہے۔

16۔ بالغ مرد اور عورت کو نسل، قومیت یا مذہب کی پابندی کے بغیر شادی کرنے اور گھر آباد کرنے کا حق ہے۔

17۔ ہر فرد کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد بنانے اور رکھنے کا حق حاصل ہے۔

18۔ ہر فرد کو فکر، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا پورا حق حاصل ہے۔

19۔ ہر فرد کو رائے رکھنے اور اس کے اظہار کی آزادی کا پورا حق حاصل ہے۔

20۔ ہر فرد کو جماعت بنانے یا جماعت میں شامل ہونے کا آزادانہ حق حاصل ہے۔

21۔ ہر فرد کو اپنی حکومت میں بلاواسطہ یا بالواسطہ آزادانہ حصہ لینے کا حق حاصل ہے۔

22۔ ہر فرد کو روزگار یا آزادانہ کاروبار کرنے اور اس کے تحفظ کا حق حاصل ہے۔

23۔ ہر فرد کو اپنے بیوی بچوں کی تن درستی، فلاح اور ترقی کے لیے زندگی کے مناسب معیار کا حق حاصل ہے۔

24۔ ہر فرد کو تعلیم حاصل کرنے کا حق ہے۔

25۔ ہر فرد کو قوم کی ثقافتی زندگی میں حصہ لینے نیز ادب اور سائنس کی ترقی سے مستفید ہونے کا حق حاصل ہے۔

پاکستان کے آئین کے تحت دیے گئے حقوق اور اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کا موازنہ

(Comparison of the Rights Granted under the Constitution of Pakistan and the Human Rights of the United Nations)

- پاکستان میں ہر شہری کو زندگی کا حق دیا گیا ہے اور اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر میں بھی یہ حق ہر شہری کو حاصل ہے۔
- پاکستان میں کسی شہری کو بغیر وجوہات بتائے گرفتار نہیں کیا جا سکتا گرفتاری کی صورت میں 24 گھنٹے کے اندر کسی مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کرنا ضروری ہے یہ شق اقوام متحدہ کے چارٹر میں بھی شامل ہے۔

- پاکستان میں ہر شہری بلا امتیاز مذہب، رنگ، نسل اور جنس کے قانون کی نظر میں برابر ہے اور معاشرتی طور پر ایک جیسا مقام رکھتا ہے جب کہ اقوام متحدہ کے چارٹر میں بھی ہر شخص بلا امتیاز رنگ، نسل، زبان، مذہب، عقیدہ اور ملک کے برابر ہے اور اس کو برابر حقوق حاصل ہیں اور اس کی بین الاقوامی طور پر برابر حیثیت تسلیم کی گئی ہے۔
- پاکستان میں ہر شہری کو انجمن یا یونین (جماعت) بنانے کا حق حاصل ہے۔ جب کہ اقوام متحدہ کے چارٹر میں بھی جماعت بنانے یا اس میں شامل ہونے کا حق ہر فرد کو حاصل ہے۔
- پاکستان میں ہر شہری کو تجارت، کاروبار یا کوئی پیشہ اپنانے کی مکمل اجازت ہے۔ جب کہ اقوام متحدہ کے چارٹر میں ہر فرد کو روزگار یا آزادانہ کاروبار کرنے کا اور اس کے تحفظ کا حق حاصل ہے۔
- پاکستان میں ہر شہری کو بلا امتیاز ملازمت کی آزادی کا حق حاصل ہے اور جائیداد رکھنے کا بھی حق ہے جب کہ اقوام متحدہ کے چارٹر میں بھی ہر شخص کو جائیداد رکھنے کا حق حاصل ہے۔
- پاکستان میں ہر شہری کو اس کی زبان و ثقافت کے تحفظ کا حق حاصل ہے جب کہ اقوام متحدہ کے چارٹر میں بھی ہر فرد کو اس کی قومی و ثقافتی زندگی میں حصہ لینے نیز ادب اور سائنس کی ترقی سے مستفید ہونے کا حق حاصل ہوتا ہے۔

پاکستان میں انسانی بنیادی حقوق کی نوعیت
(Nature of Basic Human Rights in Pakistan)

- پاکستان کے آئین میں شہریوں کو متعدد بنیادی حقوق دیے گئے ہیں اور حکومت پر پابندیاں عائد کی گئی ہیں کہ وہ حقوق سلب کر سکے نہ کوئی ایسا قانون بنا سکے جس سے بنیادی حقوق سلب ہوتے ہوں۔ پاکستان میں شہریوں کو ملنے والے حقوق میں تقریر کی آزادی، خیالات کی آزادی، اطلاعات کی آزادی، جماعت سازی کی آزادی، نقل و حرکت کی آزادی، پر اُمن اجتماع کی آزادی، جائیداد رکھنے کی آزادی اور ملازمت یا کاروبار کرنے کی آزادی کے حقوق شامل ہیں۔
- پاکستان میں ان حقوق کے تحفظ کے لیے اختیارات کی علیحدگی کا اصول اپنایا گیا اور آزاد عدلیہ قائم کی گئی۔ آئین میں بہت سے حقوق دیے گئے اور انسانی حقوق کا کمیشن قائم کیا گیا۔
- انسانی بنیادی حقوق اور جمہوریت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ پاکستان میں جمہوریت کی ترقی کے لیے انتخابات کا آزادانہ اور شفاف ہونا ضروری ہے۔
- پاکستان میں تمام مذہبی اقلیتوں کو اپنے اپنے مذاہب کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی حاصل ہے۔ وہ اپنے تہوار اپنے عقیدے اور رسومات کے مطابق مناتی ہیں۔

قومی اور بین الاقوامی سطح پر انسانی حقوق
(Human Rights at National and International Level)

- قومی سطح پر انسانی حقوق کا مطلب ہے وہ معاشرتی اور سیاسی سہولیات جو ایک ریاست اپنے شہریوں کو مہیا کرتی ہے تا کہ وہ بہتر زندگی گزار سکیں۔ حقوق شہریوں کے وہ دعوے ہوتے ہیں جو اپنی ریاست سے کرتے ہیں اور ان مطالبات کو ریاست تسلیم کرتی ہے اور لاگو بھی کرتی ہے یہ انسانی حقوق کہلاتے ہیں مثلاً معاشرتی حقوق، معاشی حقوق اور سیاسی حقوق وغیرہ۔

- ہر ملک اپنے شہریوں کو بہتر زندگی گزارنے کے لیے معاشرتی حقوق دیتا ہے جن میں حقِ زندگی، حقِ رہائش، حقِ جائیداد، حقِ خاندان، حقِ ملازمت، حقِ مذہب اور حقِ تحریر و تقریر وغیرہ شامل ہیں۔ اسی طرح ہر شہری کو سیاسی حقوق مثلاً حقِ رائے دہی، حقِ نمائندگی، حقِ منصب، حقِ تنقید اور جماعت سازی کے حقوق حاصل ہوتے ہیں۔

- ہر ملک اپنے شہریوں کو حقوق مہیا کرنے کے لیے آئین میں ضمانت دیتا ہے اور تحریری آئین لاگو کرتا ہے اور آزاد عدلیہ قائم کرتا ہے تاکہ کوئی فرد یا ادارہ شہریوں کے حقوق کو سلب نہ کر سکے۔
- بین الاقوامی سطح پر انسانی حقوق کا سلسلہ 1945ء سے جاری ہے جس کا مقصد انسانی حقوق کا تحفظ کرنا اور اس کے لیے قانونی ڈھانچا تیار کرنا ہے جس سے کوئی ملک یا ریاست انسانی حقوق کو سلب نہ کر سکے۔ مزید یہ کہ مقامی اور علاقائی سطح پر بھی انسانی حقوق کا تحفظ کیا جا سکے۔
- دنیا میں بہت سے ممالک نے اپنے اپنے دساتیر میں انسانی حقوق اپنا رکھے ہیں۔ جن میں بنیادی انسانی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے۔ بین الاقوامی سطح پر وقتاً فوقتاً معاہدات، رسمی قوانین، اعلانات، اصول و ضوابط طے کیے جاتے ہیں جن میں انسانی حقوق کو تحفظ دیا جاتا ہے۔ جو بین الاقوامی اور قومی سطح پر انسانی حقوق کے احترام میں اضافے کا سبب بنتے ہیں۔
- بین الاقوامی سطح پر مختلف معاہدات کا حصہ بننے سے ریاستوں پر فرض عائد ہو جاتا ہے کہ وہ انسانی حقوق کا تحفظ کریں اور مقامی طور پر آئین بنائیں یا قوانین اخذ کریں تاکہ کوئی فرد یا ادارہ کسی کے انسانی حقوق سلب نہ کر سکے اور شہری اپنے حقوق سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں۔

سوالات

1- ذیل میں دیے گئے چار جوابات میں سے درست پر (✓) کا نشان لگائیں:

i- حضور نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع دیا۔

(الف) 9 ہجری میں (ب) 10 ہجری میں (ج) 11 ہجری میں (د) 12 ہجری میں

ii- برطانیہ میں میگنا کارٹا دستاویز پر بادشاہ نے دستخط کیے:

(الف) 1015ء میں (ب) 1115ء میں (ج) 1215ء میں (د) 1315ء میں

iii- ترجمہ: ”دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے“ قرآن مجید کی جس سورۃ میں ہے:

(الف) سورۃ البقرۃ (ب) سورۃ آل عمران (ج) سورۃ النساء (د) سورۃ المائدہ

iv- شہریوں کو جائیداد بنانے اور نجی جائیداد رکھنے کا حق جس زمرے میں آتا ہے:

(الف) معاشرتی (ب) معاشی (ج) مذہبی (د) ثقافتی

v- ”اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہی لوگ کافر ہیں“ جس سورۃ میں ہے:

(الف) سورۃ البقرۃ (ب) سورۃ الفاتحہ (ج) سورۃ النساء (د) سورۃ المائدہ

vi- سیاسی حقوق کے زمرے میں آتا ہے:

(الف) ووٹ کا حق (ب) مذہبی آزادی (ج) پیشہ اختیار کرنا (د) تعلیم حاصل کرنا

vii- ہر سال جس تاریخ کو اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے عالمی منشور کی سالگرہ منائی جاتی ہے:

(الف) یکم دسمبر (ب) 5 دسمبر (ج) 8 دسمبر (د) 10 دسمبر

viii- گرفتاری کی صورت میں شہری کو مجسٹریٹ کی عدالت میں پیش کیا جاتا ہے:

(الف) 20 گھنٹے میں (ب) 22 گھنٹے میں (ج) 24 گھنٹے میں (د) 26 گھنٹے میں

ix- اقوام متحدہ میں انسانی حقوق کا عالمی منشور منظور کیا گیا:

(الف) 1946ء (ب) 1947ء (ج) 1948ء (د) 1949ء

x- "ماؤں نے انھیں آزاد جنا اور تم نے انھیں غلام کیسے بنا لیا؟" قول ہے:

(الف) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا (ب) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا

(ج) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا (د) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا

2- مختصر جواب دیں۔

i- اسلامی انسانی حقوق کیا ہیں؟

ii- حقوق کی تعریف لکھیں۔

iii- معاشی حقوق سے کیا مراد ہے؟

iv- انسانی حقوق کے عالمی منشور کو کب اور کس نے منظور کیا؟

v- شہریوں کے کوئی سے دو سیاسی حقوق لکھیں۔

vi- فرائض کی تعریف بیان کریں۔

vii- معاشی حقوق کے سلسلے میں کوئی قرآنی آیت یا اس کا ترجمہ پیش کریں۔

viii- کوئی سے دو معاشرتی حقوق بیان کریں۔

3- تفصیل سے جواب دیں۔

i انسانی حقوق کا تصور بیان کریں۔

ii- اسلام نے شہریوں کو کون کون سے حقوق دیے ہیں، بیان کریں۔

iii- اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے انسانی حقوق کے منشور 1948ء کی وضاحت کریں۔

iv- پاکستان میں انسانی بنیادی حقوق کی نوعیت بیان کریں۔

v- پاکستان کے آئین کے تحت دیے گئے حقوق اور اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کا موازنہ کریں۔

سرگرمیاں

i- انسانی حقوق کے عالمی منشور کے عنوان سے طلبہ میں ایک تقریری مقابلے کا اہتمام کریں۔

ii- قومی اور بین الاقوامی سطح پر انسانی حقوق کی حالت پر ایک مباحثے کا اہتمام کریں۔

باب 5

پاکستان کا نظامِ تعلیم
(Education System of Pakistan)

تدریسی مقاصد

اس باب کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

1- اسلام اور 1973ء کے دستور کی روشنی میں تصورِ تعلیم کی وضاحت کر سکیں۔

2- پاکستان کے نظامِ تعلیم کے اہم خدوخال (پرائمری، ایلیمنٹری، سیکنڈری، ہائیر اور پروفیشنل تعلیم) پر گفت گو کر سکیں۔

3- پاکستان میں پروفیشنل، ٹیکنیکل اور ووکیشنل تعلیم کو ایک دھارے میں لانے کے لیے حالیہ اقدامات بیان کر سکیں۔

4- پاکستان میں خصوصی تعلیم کی ترقی کے لیے کیے جانے والے اقدامات پر گفت گو کر سکیں۔

5- پاکستان میں مدرسہ نظامِ تعلیم کے اہم خدوخال اور اسے قومی دھارے میں لانے کی ضرورت بیان کر سکیں۔

6- پاکستان میں فاصلاتی تعلیم کی اہمیت کو سمجھ سکیں۔

7- پاکستان میں فاصلاتی تعلیم کے ذرائع بیان کر سکیں۔

8- پاکستان میں تصورِ تعلیم اور اس کو درپیش چیلنجز کی سمجھ بوجھ حاصل کر سکیں۔

9- پاکستان میں مختلف نظام ہائے تعلیم کو سمجھ سکیں۔

10- پاکستان میں عام تعلیم کا تعلق پروفیشنل، ووکیشنل، خصوصی، مدرسہ اور فاصلاتی تعلیم سے قائم کر سکیں۔

11- پاکستان میں تعلیم پر مبنی معاشرے کی مختلف حالتیں سمجھ سکیں۔

12- پاکستان میں مختلف نظام ہائے تعلیم کے مسائل پر بحث کر سکیں۔

تعلیم کا تصور (Concept of Education)

انگریزی میں تعلیم کے لیے لفظ ایجوکیشن (Education) استعمال ہوتا ہے۔ جس کے معنی تربیت دینا، نشوونما کرنا، کسی خاص سمت میں راہ نمائی کرنا اور مخفی صلاحیتوں کو جلا دینا کے ہیں۔ تعلیم عربی کے لفظ علم سے ماخوذ ہے۔ علم کے معنی جاننا، پہچاننا یا کسی حقیقت کا ادراک حاصل کرنا ہیں۔ تعلیم کے معنی بتانا، پڑھانا، بار بار اور کثرت سے خبر دینے کے ہیں۔ تعلیم محض علم پہنچانے کا نام نہیں ہے بلکہ معاشرتی تربیت، اَخلاق اور کردار کی تعمیر بھی اس میں شامل ہے۔ اس طرح تعلیم یا ایجوکیشن کے مفہوم سے واضح ہوتا ہے کہ انسان کے اندر کھلی یا چھپی جو صلاحیتیں قدرت نے رکھی ہیں ان کو بروئے کار لانے میں مدد دینا تعلیم یا ایجوکیشن ہے۔ مختلف مفکرین نے تعلیم کو معرفتِ الٰہی کے حصول، تکمیلِ خودی، تعمیلِ احکاماتِ خداوندی اور تسخیرِ کائنات کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

اصطلاحی طور پر تعلیم ایسا عمل ہے جس کے ذریعے سے معاشرے کے افراد کی تربیت اور نشوونما کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں افراد کو معاشرے کے کام یاب ارکان کی حیثیت سے زندگی گزارنے کے قابل بنایا جاتا ہے۔

مختلف ماہرینِ تعلیم نے تعلیم کا مفہوم واضح کرنے کے لیے مختلف تعریفیں کی ہیں۔ بعض نے تعلیم کو سچائی کی تلاش کا عمل قرار دیا

ہے۔کچھ ماہرین تعلیم کہتے ہیں کہ تعلیم انسان کو انسان بناتی ہے۔کچھ ماہرین تعلیم کے نزدیک تعلیم معاشرے کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے کا عمل ہے۔کچھ کی رائے میں تعلیم قوم کے تہذیبی ورثے کی حفاظت کرتی ہے،اس کی اصلاح کرتی ہے اور قومی ثقافت کو نسل در نسل منتقل کرتی ہے۔

تعلیم کے بارے میں مختلف معاشروں میں مختلف تصورات پائے جاتے ہیں۔ ہمیشہ سے معاشرے کی یہ خواہش رہی ہے کہ اس کا نظریہ حیات اور ثقافت محفوظ رہے اور آئندہ نسل کو منتقل ہوتی رہے۔انسان کی اگلی نسل اپنی سوچ اور ضرورت کے مطابق اس میں اصلاح و ترامیم کرتی رہتی ہے اور یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے اب تک جاری ہے۔تہذیب و ثقافت کی حفاظت اور اس کے مطابق مستقبل کے معاشرے کی تربیت تعلیم کے اہم فرائض میں شامل ہے۔نظریہ حیات اور اپنی ثقافت کے تحفظ کے لیے ہر معاشرہ تعلیمی ادارے قائم کرتا ہے،اس طرح ہر معاشرے کا ثقافتی اور تہذیبی ورثہ ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہو رہا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔

معاشرے میں پیدا ہونے والی معاشرتی تبدیلیاں مقاصد تعلیم اور نظام تعلیم کی تبدیلی کا باعث بنتی ہیں۔تعلیم کے بدل جانے سے معاشرے میں بھی تبدیلیاں واقع ہو جاتی ہیں۔کسی معاشرے کا جیسا نظام تعلیم ہوتا ہے ویسا ہی معاشرہ اس سے تشکیل پاتا ہے۔جیسا معاشرہ ہوتا ہے ویسی ہی اس کی تہذیب و ثقافت ہوتی ہے،اسی کے مطابق مقاصد تعلیم طے پاتے ہیں۔

حضرت محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے تعلیم کے ذریعے سے عربوں کی ثقافت کی تشکیل نو کی اور ان کی معاشرتی اور معاشی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں ایسی تبدیلیاں پیدا کیں کہ وہ قوم جو آپ رسول اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کی پیدائش کے وقت کسی شمار میں نہ تھی وہ اپنی تعلیم اور ثقافت بدل جانے سے صنعت و حرفت،سائنس،معاشیات اور معاشرت میں دنیا کی امام بن گئی۔

پاکستان کے نظام تعلیم کے مقاصد
(Goals of Education System of Pakistan)

پاکستان کی تمام تعلیمی پالیسیوں میں اس امر کی واضح نشان دہی کی گئی ہے کہ طلبہ و طالبات اسلامی نظریۂ حیات کے زریں اصولوں کے مطابق ایک ذمہ دار تعلیم یافتہ شہری کی حیثیت سے مثالی افکار و کردار کے مالک بن سکیں۔ دستور پاکستان 1973 میں بھی پاکستان کے نظام تعلیم کے مقاصد بیان کر دیے گئے ہیں۔جن میں نظریہ اسلام اور نظریہ پاکستان کے تحفظ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔پاکستان میں بننے والی بیشتر تعلیمی پالیسیوں کے عمومی مقاصدِ تعلیم کا خلاصہ ذیل میں دیا جا رہا ہے:-

i- تربیت اساتذہ کے لیے مؤثر ڈھانچا تشکیل دینا۔

ii- نصاب کو قرآن اور اسلامی اصولوں کے عین مطابق ڈھالنا۔

iii- کمپیوٹر کو کمرا جماعت میں مؤثر تعلم کے لیے استعمال کرنا۔

iv- نصاب اور درسی کتب کو ازسرِنو مرتب کرنا۔

v- شرح خواندگی میں اضافہ کرنا اور خواتین کی تعلیم پر توجہ دینا۔

vi- طلبہ کو پیشہ ورانہ اور فنی تعلیم کے حصول کے لیے تیار کرنا۔

vii- غریب اور نادار طلبہ کو مفت تعلیم دینے کے لیے نجی شعبہ کی حوصلہ افزائی کرنا۔

-viii تحقیق کے شعبہ میں وسعت کے ذریعے سے اعلیٰ تعلیم کو بین الاقوامی معیار پر لانا۔

-ix نظریہ پاکستان کا تحفظ کرنا اور اسے انفرادی اور قومی زندگی کا لائحہ عمل بنانا۔

-x ہر بچے کو یکساں طور پر تعلیم کے زیادہ سے زیادہ مواقع مہیا کرنا، فرد اور معاشرے کی نشوونما اور جمہوریت کو فروغ دینا۔

-xi ہر سطح پر جائزہ کے نظام کو بہتر بنانا تاکہ تعلیمی معیار بلند ہو سکے۔

پاکستان کے نظام تعلیم کے اہم خدوخال
(پرائمری، ایلیمنٹری، سیکنڈری، ہائیر اور پروفیشنل تعلیم)

Main Features of the Education System in Pakistan

(Primary, Elementary, Secondary, Higher Secondary and Professional Education)

پاکستان میں تعلیم کے درج ذیل اہم مدارج ہیں:-

پرائمری اور ایلیمنٹری تعلیم (Primary and Elementary Education)

پاکستان میں پہلی سے پانچویں جماعت تک کی تعلیم کو پرائمری تعلیم کہا جاتا ہے۔ جب کہ پہلی سے آٹھویں جماعت تک کی تعلیم مجموعی طور پر ایلیمنٹری یا ابتدائی تعلیم کہلاتی ہے۔ اس کی تکمیل کے لیے سکول میں داخلے کے بعد آٹھ سال درکار ہوتے ہیں۔ ابتدائی تعلیم کسی بھی ملک کے نظام تعلیم کی بنیاد ہوتی ہے اور اس کو شرح خواندگی میں اضافے کے لیے بہت اہم سمجھا جاتا ہے۔ ملکی استحکام، قومی اتحاد اور سماجی بہبود کے لیے ابتدائی تعلیم انتہائی اہم ہے۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے ہر ملک اپنے بچوں کی ابتدائی تعلیم پر کثیر سرمایہ خرچ کرتا ہے۔

ثانوی تعلیم (Secondary Education)

نویں اور دسویں جماعتوں کی تعلیم سیکنڈری تعلیم کہلاتی ہے۔ اس تعلیم کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ یہ تعلیم، ابتدائی تعلیم اور اعلیٰ تعلیم کے درمیان ایک پُل کا کام دیتی ہے۔ اس درجے میں آرٹس، سائنس، کمپیوٹر سائنس اور کامرس کی تعلیم دی جاتی ہے۔ یہاں سے طلبہ کے مستقبل کے لیے خدوخال واضح ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ ثانوی تعلیم اگلے مدارج کے لیے ایک لانچنگ پیڈ کی حیثیت رکھتی ہے۔

اعلیٰ ثانوی تعلیم (Higher Secondary Education)

ہائیر سیکنڈری تعلیم میں گیارھویں اور بارھویں جماعتیں شامل ہیں۔ اس سکیم کے تحت چلنے والے سکولوں کو ہائیر سیکنڈری سکول کا نام دیا گیا ہے۔ اس درجے میں مضامین کے زیادہ گروپ بنا دیے جاتے ہیں، تاکہ طلبہ و طالبات پیشہ ورانہ یا اعلیٰ تعلیم کے اداروں میں داخلہ لے سکیں۔ اس وقت گیارھویں اور بارھویں جماعت کے لیے طلبہ و طالبات ہائیر سیکنڈری سکولوں یا کالجوں میں بھی داخلہ لے سکتے ہیں۔ نویں سے بارھویں جماعتوں کے امتحانات کو بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن منعقد کرواتا ہے۔

پروفیشنل تعلیم (Professional Education)

ہائیر سیکنڈری تعلیم مکمل کرنے کے بعد طلبہ اعلیٰ تعلیم یا پیشہ ورانہ تعلیم کے اداروں میں داخلہ لیتے ہیں۔ عام کالجوں میں گریجوایشن کی تعلیم دو سال میں مکمل ہو جاتی ہے۔ پوسٹ گریجوایشن کے لیے مزید دو سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے۔ اب مختلف جامعات (Universities) کے زیرِ اہتمام انٹرمیڈیٹ کی تعلیم کے بعد چار سالہ گریجوایشن پروگرام بھی جاری ہیں۔ جن کالجز میں انٹرمیڈیٹ کے

بعد دوسالہ گریجوایشن (ADP) کرائی جاتی ہے انھیں ایسوسی ایٹ کالجز اور جن میں چار سالہ گریجوایشن (BS) کرائی جاتی ہے انھیں گریجوایٹ کالجز کہا جاتا ہے۔یونی ورسٹیوں کے بہت سے شعبوں میں ڈاکٹریٹ کے مرحلے تک تعلیم کی سہولتیں موجود ہیں۔ اعلیٰ تعلیم یا پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے والے لوگ کسی ملک کی ترقی وخوش حالی کی بنیاد بنتے ہیں اور اپنے ملک کی سائنسی اور معاشی ترقی کی رفتار تیز کر سکتے ہیں۔

پاکستان میں پروفیشنل، ٹیکنیکل اور ووکیشنل تعلیم
(Professional, Technical and Vocational Education in Pakistan)

پروفیشنل یا پیشہ ورانہ تعلیم سے ایسی تعلیم مراد لی جاتی ہے جس کے حصول کے بعد لوگ مختلف پیشے اختیار کر کے اپنی روزی کمانے کے قابل ہو جاتے ہیں۔تمام تعلیمی پالیسیوں میں پیشہ ورانہ تعلیم پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔اس حوالے سے چند اہم شعبوں کا ذکر کیا جا رہا ہے:-

میڈیکل (طب) کی تعلیم (Medical Education)

انسانی صحت کو قائم رکھنے کے لیے کسی بھی معاشرے میں ڈاکٹرز اور پیرا میڈیکل سٹاف کا ہونا ضروری ہے۔انسانی جان اور صحت کو ہر معاشرہ میں بہت اہمیت دی جاتی ہے۔ ہر انسان کو اپنی زندگی میں علاج کی ضرورت پیش آتی ہے۔ پاکستان میں اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے حکومت نے اعلیٰ سطح پر میڈیکل کالج اور یونی ورسٹیاں قائم کی ہیں۔ جہاں ایف۔ایس۔سی کے بعد طلبہ کو انٹری ٹیسٹ کے ذریعے سے داخلہ ملتا ہے۔نرسنگ اور ہسپتالوں میں کام کرنے والے دوسرے عملے کی تربیت کے لیے بھی ادارے قائم کیے جا چکے ہیں۔

انجینئرنگ کی تعلیم (Engineering Education)

ملکی صنعتی ترقی کے لیے انجینئرنگ کی تعلیم کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ پاکستان میں انجینئرنگ کی تعلیم کے اداروں میں داخلہ کے لیے کم از کم تعلیمی قابلیت ایف۔ایس۔سی ہے۔ڈگری کے حصول کے لیے کم از کم تعلیمی عرصہ چار سال ہے۔پولی ٹیکنک ادارے، انجینئرنگ کالجز اور انجینئرنگ یونی ورسٹیاں، سول، میکینیکل، الیکٹریکل، کان کنی اور دیگر شعبوں میں تعلیم دے رہی ہیں۔

قانون کی تعلیم (Law Education)

دنیا کے تمام ممالک امن وامان قائم رکھنے اور اپنے شہریوں کے درمیان عدل وانصاف کے لیے قوانین بناتے ہیں۔اس کے لیے قانون کی تعلیم لازمی ہوتی ہے۔ پاکستان میں جج اور وکیل بننے کے لیے ایل۔ایل۔بی ہونا ضروری ہے۔قانون کی تعلیم کے اداروں میں گریجوایٹ طلبہ کو داخلہ دیا جاتا ہے۔اب پانچ سالہ ایل ایل بی پروگرام بھی جاری ہیں جن میں انٹرمیڈیٹ کے بعد داخلہ لیا جاتا ہے۔مزید برآں پاکستان کی یونی ورسٹیوں میں ایل ایل ایم (قانون میں ایم فل)، ایل ایل ڈی (ڈاکٹریٹ ان لاز) اور شریعہ لا کی تعلیم بھی دی جا رہی ہے۔

زرعی تعلیم (Agriculture Education)

پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے۔ملک کی بیشتر آبادی دیہات میں رہتی ہے جس کا پیشہ کھیتی باڑی ہے۔فصلوں کی کاشت اور کھیتی باڑی کے بہت پرانے طریقے استعمال کیے جاتے تھے۔جس کی وجہ سے زمینوں سے بہت کم پیداوار حاصل ہوتی تھی۔حکومت نے زراعت کی ترقی کے لیے مختلف سطح کے ادارے اور یونی ورسٹیاں قائم کر دی ہیں۔

بزنس اور کامرس کی تعلیم (Education of Business and Commerce)

بینکنگ، دفتری امور، تشہیر، تجارتی انتظامات اور ٹیکسٹائل کے شعبوں میں بی بی اے، بی کام، ایم کام، ایم بی اے وغیرہ کی ڈگریاں

رکھنے والوں کی مانگ ہے۔اس کے لیے نجی (Private) اور حکومت کے قائم کردہ ادارے اور کمرشل کالج ہر شہر میں کام کر رہے ہیں۔

کمپیوٹر اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کی تعلیم (Education of Computer and Information Technology)

موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ اور رسل ورسائل اس حد تک ترقی کر چکے ہیں کہ دنیا سمٹ کر رہ گئی ہے۔کمپیوٹر اور انفارمیشن ٹیکنالوجی اس میدان میں بہت اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ان کی بدولت زندگی کے ہر شعبے میں بہت تیزی سے تبدیلیاں آ رہی ہیں۔کمپیوٹر اور انفارمیشن ٹیکنالوجی ایسے علوم ہیں جن کی تعلیم وقت کی ضرورت ہے۔کمپیوٹر جاننے والے بہت اچھی روزی کما رہے ہیں۔حکومت اور پرائیویٹ ادارے ہر جگہ کمپیوٹر کی تعلیم کا بندوبست کر رہے ہیں۔

ہوم اکنامکس (Home Economics)

ملکی ترقی میں مَردوں کی طرح خواتین بھی اہم کردار ادا کرتی ہیں۔معاشرے اور ثقافت کی ترقی اور تشکیل نو خواتین کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں۔ ہوم اکنامکس کی تعلیم کی بدولت خاتونِ خانہ گھریلو بجٹ بنا کر گھر کو بہتر طریقے سے چلا سکتی ہے۔ تعلیم یافتہ خواتین خانہ گھریلو کام کاج اور اپنے بچوں کی نشوونما بہت اچھے طریقے سے انجام دے سکتی ہیں۔خواتین کی تربیت کے اداروں میں امورِ خانہ داری کے مضامین سکول سے یونیورسٹی کی سطح تک متعارف کرائے جا چکے ہیں۔اس کے لیے علیحدہ کالج بھی موجود ہیں۔

تربیت اساتذہ (Teacher Training)

ہر ملک کے نظام تعلیم میں اساتذہ کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔نظام تعلیم کو سنوارنے اور اسے عروج پر پہنچانے کا ذمہ دار استاد ہوتا ہے۔معاشرے کے سماجی ڈھانچے اور معاشی استحکام کی ذمہ داری بھی استاد پر عائد ہوتی ہے۔اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے بچوں کو معیاری تعلیم دی جائے تو ہمیں اساتذہ کی تعلیم اور تربیت کو معیاری بنانا ہوگا۔پاکستان میں مختلف سطح کے مختلف تربیتی ادارے اور یونی ورسٹیاں مستقبل کے اساتذہ کی تربیت کا اہتمام کر رہی ہیں۔عام طور پر گریجوایشن کے بعد ان اداروں میں داخلہ لیا جا سکتا ہے۔کھیلوں اور جسمانی تعلیم کے فروغ کے علیحدہ ادارے قائم کیے گئے ہیں۔

مزید جانیے!

قائد اعظم اکیڈمی فار ایجوکیشنل ڈویلپمنٹ (QAED)، پنجاب میں اساتذہ کی تربیت کے لیے ایک ادارہ ہے۔

پاکستان میں سپیشل تعلیم (Special Education in Pakistan)

خصوصی افراد بھی معاشرے کا حصہ ہوتے ہیں۔اِن میں نابینا، گونگے، بہرے اور دیگر خصوصی افراد شامل ہیں۔ان کی تعلیم و تربیت کے لیے ملک میں خصوصی تعلیم کے ادارے قائم کیے گئے ہیں۔حکومت نے خصوصی بچوں کی تعلیم اور بحالی کے لیے خطیر رقم مختص کی ہے اور سرکاری اداروں اور ملازمتوں میں خصوصی افراد کے لیے 2 فیصد کوٹہ مقرر کیا ہے۔

پاکستان میں مدارس کا نظام تعلیم (Madrassa Education System in Pakistan)

عام تعلیم کے لیے سرکاری اور پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے متوازی مذہبی تعلیم کے مدارس کا ایک وسیع نظام موجود ہے۔مدارس کے نظام کا مقصد اسلامی علوم کی اشاعت اور عربی زبان کا فروغ ہے۔یہ مدارس عام طور پر مساجد سے ملحق ہیں۔ان مدارس میں ابتدائی تعلیم سے اعلیٰ مدارج تک مفت تعلیم فراہم کی جاتی ہے۔نجی تعلیمی ادارے اور مدارس مذہبی اور عام تعلیم کی اشاعت میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ہم

نصابی سرگرمیوں، پیشہ ورانہ علوم اور کمپیوٹر کی تعلیم کو ان کے نصاب میں شامل کیا گیا ہے۔ موجودہ تعلیمی پالیسی کے مطابق حکومت کی کوشش ہے کہ ان میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید سائنسی علوم بھی پڑھائے جائیں تاکہ یہاں سے فارغ التحصیل طلبہ معاشرے کے مفید شہری بن سکیں۔ مدارس کی تعلیم کو قومی دھارے میں شامل کرنے کے لیے پنجاب کی سطح پر مدرسہ ایجوکیشن کا ڈائریکٹوریٹ قائم کیا گیا ہے۔

پاکستان میں فاصلاتی نظام تعلیم (Distance Education System in Pakistan)

فاصلاتی تعلیم کے لیے اسلام آباد میں پیپلز اوپن یونیورسٹی قائم کی گئی جس کا بعد میں نام بدل کر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی رکھ دیا گیا۔ یہ یونیورسٹی ملک میں فاصلاتی تعلیم کا بندوبست کرتی ہے۔ اس کے ذیلی علاقائی دفاتر سارے پاکستان میں قائم ہیں۔ جہاں طالب علم گھر بیٹھے میٹرک سے لے کر ایم فل اور پی ایچ ڈی تک کی ڈگریاں حاصل کر رہے ہیں۔ اسی طرز پر قائم ورچوئل یونیورسٹی اور دیگر یونیورسٹیاں فاصلاتی نظام تعلیم کے ذریعے سے سائنس، آرٹس، کمپیوٹر اور دیگر مضامین کی تعلیمی سہولیات فراہم کر رہی ہیں۔ ان میں کئی مکینیکل کورسز اور تربیت اساتذہ کے بی ایڈ اور ایم ایڈ پروگرام بھی جاری ہیں۔ فاصلاتی تعلیم کے فروغ کے لیے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کو استعمال کرنے کے ساتھ ساتھ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا سے بھی بھرپور کام لیا جا رہا ہے۔ فاصلاتی تعلیم سے ایسے ملازمت پیشہ یا اپنا کام کاج کرنے والے نوجوان استفادہ کر سکتے ہیں جو کسی وجہ سے باقاعدہ تعلیمی اداروں میں جانے سے قاصر ہیں۔

عام تعلیم کے تصور کے حوالے سے پاکستانی نظام تعلیم
(Education System of Pakistan with Reference to General Education)

عام تعلیم سے مراد ایسی تعلیم ہے جس کا اہتمام سکولوں، کالجوں اور دوسرے تعلیمی اداروں میں کیا جاتا ہے لیکن ایسی تعلیم حاصل کرنے کے بعد کوئی شخص کسی شعبے کا ماہر نہیں بنتا۔ سائنس اور پیشہ ورانہ تعلیم کے علاوہ ہر شعبے کی تعلیم کو عام تعلیم میں شمار کیا جاتا ہے۔ عام لوگوں کو خواندہ بنانے کے لیے جس سطح کی تعلیم ضروری خیال کی جاتی ہے عام تعلیم ہے۔ اس میں میٹرک، ایف۔ اے، بی اے (اے ڈی پی) اور ایم۔ اے تک کی تعلیم کو شمار کیا جا سکتا ہے۔ اس سطح کی تعلیم ملک کے تمام شہریوں کے لیے لازمی سمجھی جاتی ہے۔ پاکستان کے تمام بچے سکول میں داخل نہیں ہوتے اور جو داخل ہوتے ہیں ان میں سے بھی تقریباً پچاس فی صد بچے ابتدائی تعلیم مکمل ہونے سے پہلے سکول چھوڑ دیتے ہیں۔ یاد رہے کہ ابتدائی تعلیم سے مراد آٹھویں درجہ تک کی تعلیم ہے۔ لہٰذا قریہ قریہ، گاؤں گاؤں سکول اور مدارس قائم کیے جائیں تاکہ پاکستان کے ہر شہری کو تعلیمی سہولت میسر آ سکے اور ملک سے ناخواندگی کو دور کیا جا سکے۔ کیوں کہ ناخواندگی ملک کی سلامتی اور فلاح و بہبود کے لیے سب سے بڑا خطرہ، ملک و قوم کی ترقی اور خوش حالی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اس لیے تعلیم سب کے لیے ہونی چاہیے۔ ناخواندگی کے خاتمے کے لیے تعلیم بالغاں کے مراکز قائم کیے جائیں۔ اس سلسلے میں ذرائع ابلاغ سے بھی مدد حاصل کی جائے۔

تعلیم کے حصول کے طریقے (Modes of Education)

انسان تین طریقوں سے تعلیم حاصل کرتا ہے:۔

i۔ رسمی تعلیم (Formal Education)

واضح اور طے شدہ مقاصد کے تحت مقررہ نصاب اور مشاغل کے ذریعے معاشرے کے مقرر کردہ اساتذہ مخصوص طریقہ ہائے تدریس استعمال کر کے تعلیمی اداروں میں جو تعلیم دیتے ہیں وہ رسمی تعلیم کہلاتی ہے۔ طے شدہ تعلیمی مقاصد، نصاب تعلیم اور مخصوص اداروں کے

ذریعے سے معاشرہ اپنی آئندہ نسل کا رخ متعین کرتا ہے۔سکول، کالج اور یونیورسٹیاں رسمی تعلیم کی مثالیں ہیں۔

ii۔ نیم رسمی تعلیم (Non Formal Education)

یہ تعلیم بھی دراصل رسمی تعلیم ہی کا ایک حصہ ہوتی ہے۔ تعلیمی مقاصد اور نصاب بھی طے شدہ ہوتا ہے لیکن باقاعدہ تعلیمی اداروں کا قیام عمل میں نہیں لایا جاتا۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد کی کلاسز، تعلیم بالغاں کے مراکز، مختلف کلاسز کے مختلف مضامین کی تیاری کے لیے ٹیوشن سنٹرز اور اکیڈمیز غیر رسمی تعلیم کی مثالیں ہیں۔ اس تعلیم کے لیے مختلف اساتذہ سے جز وقتی کام لے کر مختلف کورسز کی تدریس کا اہتمام کیا جاتا ہے جب کہ اساتذہ کی باقاعدہ بھرتی عمل میں نہیں آتی۔

iii۔ غیر رسمی تعلیم (Informal Education)

غیر رسمی تعلیم باقاعدہ اداروں سے حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی شعوری انداز میں مقاصد تعلیم کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ گھر میں، گلی محلے میں، دوستوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے، بازار میں، مسجد میں انسان بہت کچھ سیکھتا ہے یہ سب غیر رسمی تعلیم کا طریقہ ہے۔ غیر رسمی تعلیم کے لیے جگہ، وقت اور نصاب کا تعین نہیں ہوتا۔ ایسی تعلیم کا سب سے بڑا اور اولین مرکز گھر ہے۔ گھر اور خاندان کے بہت سے رسم و رواج آدمی خود بخود دیکھتا ہے۔ کاشت کار کا بیٹا اپنے والدین کا ہاتھ بٹانے میں کاشت کاری سیکھ لیتا ہے، لوہار کا بیٹا لوہے کا کام اور ترکھان کا بیٹا لکڑی کا کام سیکھ جاتا ہے۔ غیر رسمی تعلیم کے لیے کسی درجے کا تعین نہیں ہوتا انسان ساری زندگی یہ تعلیم حاصل کرتا رہتا ہے۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

پاکستان میں تعلیم کا تصور (Concept of Education in Pakistan)

دنیا کی مختلف اقوام کا نظریہ حیات اور مقاصد حیات دوسری اقوام سے مختلف ہوتے ہیں۔ اس لیے ہر معاشرہ اپنی ثقافت اور نظریہ حیات کے مطابق اپنا نظام تعلیم مرتب کرتا ہے۔ اس لیے ہر قوم کا نظام تعلیم دوسری اقوام سے مختلف ہوتا ہے۔ مغربی اقوام اور دنیا کے دوسرے نظاموں کے مقابلے میں مسلمانوں کے مقاصد حیات اور نظریہ حیات الگ حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لیے اسلام کا تصورِ تعلیم اور نظامِ تعلیم بھی دوسری اقوام سے مختلف ہے۔ اسلامی نظام تعلیم کا مقصد فرد کو نیک اور صالح بندہ بنانا ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق زندگی

گزارے۔ اسلامی معاشرے کے نصاب تعلیم میں قرآن وسنت اور اس کے معاون علوم کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔

یونانی فلسفی ارسطو انسان کو معاشرتی حیوان سمجھتا تھا۔ اس کے نزدیک تعلیم کا مقصد اس حیوان کو اعلیٰ درجے کا شہری بنانا تھا۔ آج کا مادہ پرست معاشرہ انسان کو اعلیٰ درجے کا حیوان قرار دیتا ہے جو دوسرے درجے کے حیوان سے سوچنے اور بولنے کی وجہ سے ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ ان کے ہاں تعلیم کا اعلیٰ ترین مقصد انسان کی جسمانی صلاحیتوں کو نشوونما کے مواقع فراہم کرنا اور اس کی جبلّی خواہشات کی تسکین ہے۔ تعلیم ان کے ہاں انسان کی دنیوی ضروریات کو پورا کرنے کی تربیت کا ایک ذریعہ ہے۔ ان کے ہاں نظام تعلیم اسی کے مطابق ترتیب پاتا ہے۔ مقاصد تعلیم اور نصاب مرتب کرتے وقت ہر معاشرہ اپنی ثقافت اور نظریات کو بنیاد بناتا ہے۔

پاکستان میں تعلیمی مسائل (Challenges of Education in Pakistan)

پاکستان کا نظام تعلیم کئی مسائل کا شکار ہے جس کی وجہ سے ہم مطلوبہ نتائج حاصل نہیں کر پاتے۔ ملک میں شرح خواندگی میں کمی کی بڑی وجہ بھی ناقص نظام تعلیم ہے۔ شعبہ تعلیم کو درپیش چند مسائل درج ذیل ہیں:۔

1- فرسودہ نظام تعلیم (Out Dated Education System)

پاکستان کا نظام تعلیم کم وبیش وہی ہے جو انگریزوں کا نافذ کردہ ہے اور لارڈ میکالے نے مرتب کیا تھا۔ اس کا مقصد مقامی آبادی کو غلام بنائے رکھنا تھا۔ انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کے باوجود ہم ابھی تک اس کے دیے ہوئے نظام تعلیم سے مکمل طور پر چھٹکارا نہیں پا سکے۔

2- نظریاتی اساس کا فقدان (Lack of Ideological Base)

پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے جس کی بنیاد اسلام ہے لیکن نظام تعلیم مغربی طرز کا ہے۔ اس نظام میں اگر اسلام کے حوالے سے کچھ ترامیم کی جاتی ہیں تو ان کی حیثیت پیوندکاری کی ہوتی ہے۔ پورے نظام کو بدلے بغیر مطلوب مقاصد کا حصول ممکن نہیں۔

3- ناقص طریقہ امتحانات (Defective Examination System)

ہمارا نظام امتحانات طلبہ کو رٹا لگانے یا پھر نقل لگانے پر مجبور کرتا ہے۔ معاشرے میں لگی ہوئی زیادہ نمبروں کے حصول کی دوڑ کی وجہ سے طلبہ کا مقصد سمجھ کر تعلیم حاصل کرنے کی بجائے مختلف حربوں سے صرف زیادہ نمبر حاصل کرنا ہی بن چکا ہے۔

4- محدود تعلیمی وسائل (Limited Educational Resources)

ہمارے بجٹ میں شعبہ تعلیم کے لیے بہت کم رقم مختص کی جاتی ہے۔ تعلیمی اداروں میں ناکافی عمارات، فرنیچر کی کمی اور دیگر سہولیات کا فقدان رہتا ہے۔ وسائل کی یہ کمی معیاری تعلیم کے حصول کے آڑے آتی ہے۔

5- مقصد تعلیم (Aim of Education)

طلبہ کے نزدیک تعلیم حاصل کرنے کا مقصد محض ملازمت اور روزگار کا حصول رہ گیا ہے۔ تعلیم کے ذریعے علم کی اعلیٰ منزل کے حصول کی بجائے کسی ادارے میں اچھی نوکری اور زیادہ تنخواہ کا خواب دل ودماغ کو روشن نہیں ہونے دیتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تعلیم سے حصول روزگار کے علاوہ حصول علم کے عظیم تر مقاصد کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔

6- اساتذہ کی کمی (Shortage of Teachers)

پاکستان میں شعبہ تعلیم اساتذہ کی کمی کا شکار ہے۔ پُرہجوم کلاس روم سے تدریس کے معیار میں کمی آجاتی ہے۔ تعلیمی اداروں میں اساتذہ کی تعداد اور استعداد کار کو بڑھایا جانا چاہیے۔

7- ہم نصابی سرگرمیوں کا فقدان (Lack of Co-Curricular Activities)

ہم نصابی سرگرمیاں جیسا کہ کھیل، مباحثے، مشاعرے، تقاریر، مذاکرے اور مطالعاتی دورے طلبہ وطالبات کی اَخلاقی تربیت اور تعمیر شخصیت میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ ہمارے تعلیمی اداروں میں ایسی سرگرمیوں کے انعقاد کے لیے خاص اہتمام نہیں کیا جاتا۔ اساتذہ کی توجہ بچوں کو سبق یاد کرانے اور زیادہ نمبر دلوانے کی طرف لگی رہتی ہے۔

تعلیمی مسائل کے حل کے لیے تجاویز
(Suggestions for Resolving Educational Problems)

ذیل میں پاکستان میں نظام تعلیم کی بہتری اور ترقی کے لیے چند تجاویز بیان کی جاتی ہیں:-

1- پرائمری سطح پر تعلیم لازمی قرار دی جائے اور بچوں کو بلاتفریق تعلیم کی مفت فراہمی کا بندوبست کیا جائے۔

2- سکولوں کی سطح پر درسی کتب کے ساتھ ساتھ اسٹیشنری کی بھی مفت فراہمی کا انتظام کیا جائے۔

3- قومی تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے نصاب کو جدید خطوط پر تشکیل دیا جائے۔

4- تعلیمی اداروں کو ضروری وسائل فراہم کیے جائیں تاکہ وہ اپنی توجہ طلبہ وطالبات کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے پر مرکوز کر سکیں۔

5- اساتذہ کی تربیت پر خصوصی توجہ دی جائے۔ ماہر مضمون اساتذہ تعینات کیے جائیں اور پہلے سے موجود اساتذہ کو ریفریشر کورسز کرانے کا اہتمام کیا جائے۔

6- سائنس اور ٹیکنالوجی کے نصاب کی تشکیل نو کی جائے۔ موجودہ نصاب کو جدید خطوط پر استوار کیا جائے۔

7- تعلیمی اداروں میں کھیل کے میدان اور دیگر ہم نصابی سرگرمیوں کے لیے درکار سہولتوں کو یقینی بنایا جائے۔

درج بالا اقدامات اٹھا کر ہم تعلیم سے مطلوبہ اہداف حاصل کر سکیں گے۔

سوالات

1- ذیل میں دیے گئے چار جوابات میں سے درست پر (✓) نشان لگائیں۔

i- انگریزی لفظ ایجوکیشن کا معنی ہے:

(الف) نشوونما کرنا (ب) سیکھنا (ج) پرکھنا (د) آگے بڑھنا

ii- پاکستان میں تعلیم کے مدارج ہیں:

(الف) دو (ب) تین (ج) چار (د) پانچ

iii- ملک کی صنعتی ترقی کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے:

(الف) سائنس کی تعلیم (ب) انجینئرنگ کی تعلیم (ج) بزنس اور کامرس کی تعلیم (د) مذہبی تعلیم

iv- ایلیمنٹری تعلیم کا دورانیہ ہے:

(الف) چھے سال (ب) سات سال (ج) آٹھ سال (د) نو سال

v- اعلیٰ ثانوی تعلیم کا دوسرا نام ہے:

(الف) گریجوایشن (ب) انٹرمیڈیٹ (ج) پوسٹ گریجوایشن (د) پروفیشنل

vi- ابتدائی تعلیم سے اعلیٰ تعلیم تک مفت تعلیم فراہم کی جاتی ہے:

(الف) سرکاری اداروں میں (ب) نجی اداروں میں (ج) دینی مدارس میں (د) صنعتی تعلیمی اداروں میں

vii- سیکنڈری تعلیم کا دورانیہ ہے:

(الف) دو سال (ب) تین سال (ج) چار سال (د) پانچ سال

viii- انٹرمیڈیٹ کے بعد ایل ایل بی کرنے میں جتنے سال لگتے ہیں:

(الف) دو (ب) تین (ج) چار (د) پانچ

ix- علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا طریقہ تدریس ہے:

(الف) غیر رسمی (ب) فاصلاتی (ج) پیچیدہ (د) ان میں کوئی نہیں

x- انسان کو معاشرتی حیوان سمجھتا تھا:

(الف) ارسطو (ب) سقراط (ج) بقراط (د) افلاطون

2۔ مختصر جوابات دیجیے۔

i- پاکستان میں تعلیم کے کوئی سے چار مقاصد بیان کیجیے۔

ii- پیشہ ورانہ اور عام تعلیم میں کیا فرق ہے؟

iii- غیر رسمی تعلیم سے کیا مراد ہے؟

iv- تعلیم کا مفہوم لکھیں۔

v- نویں اور دسویں جماعتوں کی تعلیم کیا کہلاتی ہے؟

vi- انفارمیشن ٹیکنالوجی سے کیا مراد ہے؟

vii- خصوصی افراد کی تعلیم کیا ہوتی ہے؟

viii- فاصلاتی نظام تعلیم کا تعارف پیش کریں۔

3۔ تفصیلی جوابات دیجیے۔

i- پاکستان کے تعلیمی مقاصد بیان کریں۔ ii- پیشہ ورانہ تعلیم کے چار شعبوں کی تفصیل لکھیں۔

iii- تعلیم کے مدارج تحریر کریں۔

iv- پاکستان کے تعلیمی مسائل اور ان کے حل کے لیے کم از کم آٹھ تجاویز لکھیے۔

v- درج ذیل پر نوٹ لکھیں۔

☆ پاکستان میں خصوصی افراد کی تعلیم ☆ پاکستان میں فاصلاتی تعلیم ☆ پاکستان میں مدرسہ نظام تعلیم

سرگرمیاں

i- طلبہ کے درمیان ایک مکالمہ کرائیں جس میں وہ پاکستان میں عام نظام تعلیم کا تعلق پروفیشنل، ووکیشنل، سپیشل، مدرسہ اور فاصلاتی تعلیم سے قائم کریں۔

ii- طلبہ کو ابتدائے بچپن کی نگہداشت اور تعلیم (Early Childhood Care and Education) کے متعلق بتائیں۔

باب 6

کھیل اور سیر و سیاحت
(Sports and Tourism)

تدریسی مقاصد

اس باب کو پڑھنے کے بعد طلبہ اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ:

1- پاکستانی معاشرہ میں کھیلوں کی اہمیت واضح کر سکیں۔
2- ہاکی، کرکٹ، سکواش، سنوکر، فٹ بال، لان ٹینس اور پولو کے حوالے سے دنیا میں پاکستان کے مقام کا جائزہ لے سکیں۔
3- پاکستان کے اِن ڈور کھیلوں کا مقام بیان کر سکیں۔
4- پاکستان میں دیسی کھیلوں کا تجزیہ کر سکیں۔
5- پاکستان میں سیر و سیاحت بطور صنعت، اہمیت کا جائزہ لے سکیں۔
6- پاکستان میں سیر و سیاحت کے اہم تاریخی اور سیاحوں کے لیے پُرکشش مقامات کو نقشہ پر تلاش کر سکیں۔
7- پاکستان میں سیر و سیاحت کی صنعت کو درپیش مسائل (ٹرانسپورٹ، دہشت گردی، انفراسٹرکچر، رہائشی سہولیات) پر گفت گو کر سکیں۔
8- پاکستان میں سیر و سیاحت کو فروغ دینے کے لیے تجاویز پیش کر سکیں۔
9- پاکستان میں سیر و سیاحت کے فروغ میں PTDC (پاکستان ٹورازم ڈویلپمنٹ کارپوریشن) کا کردار بیان کر سکیں۔
10- غیر ملکی سیاحوں کی پاکستان آمد کے متعلق آگاہی حاصل کر سکیں۔
11- مقامی/ملکی سیاحوں کے بارے میں جان سکیں۔
12- کھیلوں اور سیر و سیاحت میں تعلق قائم کر سکیں۔

معاشرہ میں کھیلوں کی اہمیت (Importance of Sports in a Society)

کھیل سے مراد ایسا کام کرنا جس سے انسان کی ذہنی اور جسمانی نشوونما ہو۔ انسان کی زندگی میں کھیل بہت اہمیت رکھتے ہیں کہ کھیلوں کی وجہ سے ہمارا جسم چست و توانا نظر آتا ہے۔ اگر کھیل نہ ہوں تو ہمارا جسم بالکل لاغر اور کمزور ہو جاتا ہے۔ مشہور مقولہ ہے ''جس ملک میں کھیل کے میدان آباد ہوں گے تو اُن کے ہسپتال ویران ہوں گے اور کھیل کے میدان ویران ہوں گے تو اس ملک کے ہسپتال آباد ہوں گے''۔ کھیل انسان میں پھرتی، چستی، لچک اور ایسی قائدانہ صلاحیتیں پیدا کرتے ہیں جو کسی اور جگہ نہیں مل سکتیں۔ کھیل انفرادی کے ساتھ ساتھ اجتماعی فوائد کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ کھیل انسان میں قوتِ برداشت، حافظہ، طاقت اور جسمانی اعضا کی مضبوطی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

کھیل کود میں بچوں کی دل چسپی (Interest of Children in Sports)

بچے فطری طور پر کھیل کود کے شوقین ہوتے ہیں، جس سے ان کے اعضائے جسمانی کی ورزش ہوتی رہتی ہے، جو ان کی بہتر نشوونما کا پیش خیمہ بنتی ہے۔ کھیل جہاں بچوں کی بہتر نشوونما میں معاون ہوتے ہیں وہیں طلبہ کی کردار سازی اور نفسیاتی تربیت میں بھی مددگار ثابت

ہوتے ہیں۔ زمانہ قدیم ہی سے تعلیمی اداروں میں مختلف قسم کے کھیل اور صحت مندانہ سرگرمیاں کروائی جاتی رہی ہیں تاکہ بچوں کو صحت مند بنا کر مطلوبہ اہداف کا حصول ممکن بنایا جائے۔ تحقیق سے یہ بات واضح ہے کہ صحت مند بچے ہی تعلیمی میدان میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لیے نصابی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ جسمانی تعلیم اور کھیلوں پر زور دینے کی ضرورت ہے۔

ابتدائی کلاسوں میں کھیل کی سرگرمیاں (Sports Activities in Elementary Classes)

کھیل بچوں کا محبوب ترین مشغلہ ہی نہیں بلکہ زندگی کی علامت، صحت و عافیت کا ضامن، نشوونما میں معاون اور تعلیم و تربیت کا موثر ترین ذریعہ بھی ہے۔ اس کے برعکس باقاعدہ تدریس عموماً ان کے لیے بیگار اور ان کی طبع نازک پر گراں بار ہوتی ہے۔ لکھنے پڑھنے جیسے خشک کام سے ان کی طبیعت جلد اکتا جاتی ہے۔ اس لیے چھوٹے بچوں کو کھیل کھیل میں تعلیم دینے اور مدرسے کے مختلف کاموں میں کھیل کی اسپرٹ پیدا کرنے پر غیر معمولی زور دینا وقت کی ضرورت ہے۔ چھوٹی کلاسز میں بچوں کو ایک ہی جگہ بٹھا کر سارا دن کتاب پر توجہ مرکوز کروانا یا اس طرح کی کوئی دوسری سرگرمی کروانا، جہاں ان کے لیے اکتاہٹ اور بیزاری کا باعث بنتا ہے وہیں ان کے دلوں میں سکول کے ماحول سے نفرت کا جذبہ بھی پیدا کرتا ہے۔ چھوٹے بچے ایک ہی جگہ بیٹھے رہنے سے ذہنی طور پر تھک جاتے ہیں جس سے موثر تعلیمی مقاصد حاصل نہیں کیے جا سکتے۔ چھوٹے بچوں کو کھیل کے ذریعے سے تدریس کروائی جانی چاہیے تاکہ وہ کھیل ہی کھیل میں سیکھ سکیں اور اس سے نہ صرف لطف اندوز ہوں بلکہ موثر تدریس بھی ہو سکے۔ چھوٹے بچوں کے لیے ہر سبق کے حوالے سے کھیل پر مبنی کوئی نہ کوئی سرگرمی ڈیزائن کی جائے جس میں وہ مکمل طور پر تن دہی سے حصہ لیں اور اس کے نتیجے میں کچھ نہ کچھ سیکھ سکیں۔

بڑی کلاسوں میں کھیل کی سرگرمیاں (Sports Activities in Higher Classes)

بڑی کلاسوں میں بھی جسمانی تعلیم اور کھیلوں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ کیوں کہ بڑی کلاسز میں طلبہ کو صحت مند رکھنا اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ اگر انھیں کھیلوں میں مشغول رکھ کر اور مقابلے کی فضا پیدا کر کے اُن کی طاقت کو مثبت رخ نہ دیا جائے تو وہ بے راہ روی کا شکار ہو کر اپنی صلاحیتوں کو برباد کر سکتے ہیں۔ اس لیے عمر کے اس حصے میں جہاں انھیں مثبت راہ نمائی کی اشد ضرورت ہے، وہیں اُن کی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے کھیلوں کی ضرورت ہے۔ بڑی کلاسز کے کھیلوں میں فٹ بال، ہاکی، کرکٹ، باسکٹ بال، بیڈمنٹن، ٹیبل ٹینس اور اتھلیٹکس وغیرہ ہو سکتے ہیں، جن کا باقاعدہ انعقاد مثبت نتائج کا ضامن ہے۔

کھیلوں کے فوائد (Advantages of Sports)

کھیلوں سے بچوں کو حقیقی مسرت نصیب ہوتی ہے، ان کی الجھنیں اور پریشانیاں دور ہوتی ہیں، اُن کے چہرے شگفتہ رہتے ہیں، ان کے جذبات کی تسکین ہوتی ہے اور بحیثیت مجموعی ان کی شخصیت کو ہم آہنگی کے ساتھ پروان چڑھانے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ کھیلوں سے بچوں کو مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں:۔

i- جسمانی فوائد (Physical Advantages)

کھیلوں میں جسم کو حرکت دینا پڑتی ہے اور جسمانی محنت و مشقت کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس لیے سانس کی آمدورفت، دورانِ خون، نظامِ انہضام اور نظامِ اخراج وغیرہ میں باقاعدگی رہتی ہے، اَعصاب اور عضلات پر کنٹرول حاصل ہوتا ہے اور اَعضا اپنی اپنی جگہ ٹھیک کام کرتے ہیں۔ محنت و مشقت کے لیے جسم میں توانائی اور امراض کا مقابلہ کرنے کے لیے قوتِ مدافعت پیدا ہوتی ہے۔ بحیثیت مجموعی صحت ٹھیک رہتی ہے اور نشوونما اور بالیدگی میں بڑی مدد ملتی ہے۔

ii-ذہنی فوائد (Mental Advantages)

کھیلوں میں بچوں کو طرح طرح کے حالات اور مختلف ہم عمر ساتھیوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ ان سب سے نمٹنے کے لیے انھیں سوچنے سمجھنے اور بروقت فیصلہ اور اقدام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح اُن کی فہم وفراست اور قوت فیصلہ بڑھتی ہے، توجہ اور انہماک کی تربیت ہوتی ہے اور تجربات و مشاہدات میں اضافہ ہوتا ہے۔

iii-جذباتی و معاشرتی فوائد (Emotional and Social Advantages)

بچہ جب کھیلتا ہے تو اُسے زبانی یا اشاروں کی مدد سے دوسروں کے ساتھ رابطہ رکھنا پڑتا ہے۔ اس طرح کرنے سے اسے دوسروں کی سوچ کا بھی خیال رکھنا پڑتا ہے۔ جب کھیل میں بچوں کے درمیان اختلاف پیدا ہوتا ہے تو دوسروں کے نقطہ نظر کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اجتماعی کھیلوں کے ذریعے سے بچے اپنے ساتھیوں کے ساتھ تعاون و ہمدردی، قاعدوں ضابطوں کی پابندی، مقابلہ و مسابقت میں اعتدال، اطاعت وقیادت، دھاندلیوں کا مقابلہ اور اپنی باری کا انتظار کرنے کی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ ہم جولیوں کا پاس ولحاظ کرنا، لاقانونیت کی حد تک بڑھتی ہوئی آزادی کو دوسروں کی خاطر محدود کرنا اور اپنی خواہشات اور ذاتی دل چسپیوں کو اجتماعی مفاد پر قربان کرنا بھی وہ منظم کھیلوں کے ذریعے سے سیکھتے ہیں۔

iv- مؤثر ابلاغ کی تربیت (Training of Effective Communication)

جب ڈرامائی کھیل کھیلے جاتے ہیں جن میں بچہ کوئی بھی کردار ادا کرتا ہے تو وہ اُس کے مطابق خود کو ڈھالتا ہے اور بولنے کی کوشش کرتا ہے۔ کھیل کھیلتے ہوئے بچہ لفظوں، آوازوں اور جملوں کی مشق کرتا ہے تو کھیل ہی میں گرامر سیکھتا رہتا ہے۔ اِس طرح اُس کی زبان دانی کی صلاحیت کو جِلا ملتی ہے اور اپنی بات کو زیادہ مؤثر طریقے سے دوسروں تک پہنچانے کی قابلیت حاصل ہوتی ہے۔

کھیلوں کے حوالے سے دنیا میں پاکستان کا مقام
(Profile of Pakistan in World's Sports)

پاکستان نے مختلف کھیلوں کے بین الاقوامی مقابلوں میں شان دار کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ ان میں سے چند کھیلوں کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:۔

i- ہاکی (Hockey)

ہاکی پاکستان کا قومی کھیل ہے۔ دوسرے مشہور کھیلوں کی طرح ہاکی کا بھی ورلڈ چیمپئن ہونا چاہیے۔ یہ خیال سب سے پہلے ساٹھ کے عشرے میں مشہور رائٹر پیٹرک رولی کے ذہن میں آیا تھا جو فیڈریشن آف انٹرنیشنل ہاکی (FIH) کی جانب سے شائع ہونے والے میگزین ورلڈ ہاکی کے پہلے ایڈیٹر تھے۔ انھوں نے اس بات کی ضرورت محسوس کی کہ فٹ بال کی طرح ہاکی میں بھی ٹیموں کو ورلڈ ٹائٹل کے لیے ایک جگہ اکٹھا کیا جائے۔ اس خیال کو حقیقت کا روپ دینے والے ایئر مارشل (ریٹائرڈ) نور خاں تھے جو ساٹھ کے عشرے میں پاکستان ہاکی فیڈریشن کے صدر تھے۔ انھوں نے 1969ء میں لاہور میں منعقدہ قومی ہاکی ٹورنامنٹ کے اختتام پر فیڈریشن آف انٹرنیشنل ہاکی (FIH) کے اُس وقت کے صدر رینی فرینک کو نہ صرف ورلڈ کپ کی متوقع ٹرافی پیش کی بلکہ ہاکی کے عالمی مقابلے کے پاکستان میں انعقاد کی صورت میں شریک ٹیموں کے ہوائی ٹکٹ اور دیگر اخراجات بھی ادا کرنے کی پیشکش کی۔

اُسی سال اکتوبر میں ایف آئی ایچ کے اجلاس میں عالمی کپ کے انعقاد کی تجویز پیش کی گئی اور اپریل 1970ء کے اجلاس میں

اس کی باضابطہ منظوری دے دی گئی۔ اس طرح 1971ء میں ہاکی کے پہلے عالمی کپ کا میزبان لاہور (پاکستان) ٹھہرا لیکن پاک بھارت کشیدہ تعلقات کی وجہ سے پاکستان ہاکی فیڈریشن کو عالمی مقابلے کی میزبانی سے دستبردار ہونا پڑا۔ البتہ پاکستان نے ایف آئی ایچ پر واضح کر دیا کہ اگر اس نے میزبان کے طور پر بھارت کا انتخاب کیا تو پاکستانی ٹیم عالمی کپ میں حصہ نہیں لے گی۔

ایف آئی ایچ نے پہلے عالمی کپ ہاکی ٹورنامنٹ 1971ء کی میزبانی سپین کے شہر بارسلونا کو دی۔ اس عالمی کپ میں دس ٹیموں نے حصہ لیا اور پاکستان کو ہاکی کا پہلا عالمی چیمپئن بننے کا اعزاز حاصل ہوا جب کہ پاکستانی ٹیم کے کپتان خالد محمود تھے۔ اُس وقت پاکستان اولمپک اور ایشین گیمز چیمپئن بھی تھا۔ پاکستان نے سیمی فائنل میں بھارت اور فائنل میں سپین کو شکست دی۔

چوتھے ورلڈ کپ ہاکی میں پاکستانی ٹیم نے عالمی اعزاز دوبارہ حاصل کر لیا۔ جب اس نے بیونس آئرس (ارجنٹائن) میں منعقدہ عالمی کپ میں شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تمام میچز میں کامیابی حاصل کی۔ اس عالمی کپ میں پاکستانی ٹیم کے کپتان اصلاح الدین تھے۔ 1982ء کے ورلڈ کپ کی میزبانی بھارت کے حصے میں آئی۔ پاکستانی ٹیم کے کپتان اختر رسول تھے جن کا یہ الوداعی بین الاقوامی ٹورنامنٹ تھا اور ان کی قیادت میں ٹیم عالمی اعزاز کا دفاع کرنے میں کامیاب رہی۔ اسی ٹورنامنٹ میں دنیا نے حسن سردار کی جادوگری دیکھی جن کے گیارہ گول اور خوبصورت کھیل نے پاکستان کی جیت میں اہم کردار ادا کیا۔

1990ء میں پاکستان نے پہلی مرتبہ عالمی مقابلے کی میزبانی کی۔ لاہور میں منعقدہ اس عالمی کپ کے فائنل میں پاکستانی ٹیم کو ہالینڈ کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ 1994ء میں شہباز احمد سینیئر کی قیادت میں ایک مرتبہ پھر پاکستانی ٹیم فاتح عالَم بنی۔ سڈنی (آسٹریلیا) میں کھیلے گئے اس عالمی کپ کے فائنل میں پاکستانی ٹیم نے پینلٹی سٹروکس (Penalty Strokes) پر ہالینڈ کو شکست دے کر چوتھی مرتبہ ورلڈ چیمپئن بننے کا اعزاز حاصل کیا۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

ہاکی کا ورلڈ کپ ہر چار سال بعد دنیا کے مختلف ممالک میں منعقد ہوتا ہے۔ پاکستان چار مرتبہ ہاکی کا ورلڈ کپ جیت چکا ہے۔

اولمپکس میں قومی ہاکی ٹیم کی کارکردگی (Performance of National Hockey Team in Olympics)

پاکستان ہاکی ٹیم نے متعدد بار اولمپکس میں شرکت کی ہے۔ان مقابلوں میں قومی ٹیم نے تین سونے، تین چاندی اور دو کانسی کے تمغے حاصل کیے ہیں۔اولمپکس میں قومی ٹیم کے اعداد و شمار کچھ اس طرح ہیں:۔

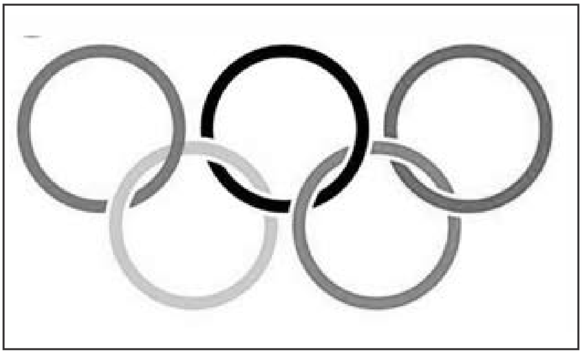

قیامِ پاکستان کے بعد پہلی بار پاکستان ہاکی ٹیم نے اولمپکس 1948ء میں شرکت کی جس میں چوتھی پوزیشن حاصل کی۔ 1956ء اولمپکس میں پاکستانی ٹیم پہلی مرتبہ وکٹری سٹینڈ پر آئی۔میلبورن (آسٹریلیا) اولمپکس میں عبدالحمید حمیدی کی کپتانی میں ہاکی ٹیم نے دوسری پوزیشن حاصل کی۔1960ء کے روم (اٹلی) اولمپکس کو پاکستانی ہاکی تاریخ میں اہم سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔عبدالحمید حمیدی کی قیادت میں پاکستانی ٹیم نے فائنل میں بھارت کو ایک گول سے ہرا کر پہلی بار اولمپک چیمپئن بننے کا اعزاز حاصل کیا۔

1964ء ٹوکیو (جاپان) اولمپکس کے فائنل میں بھارت سے شکست کھا کر پاکستانی ہاکی ٹیم نے دوسری پوزیشن حاصل کی۔ 1968ء اولمپکس میکسیکو میں منعقد ہوئے۔فائنل میں قومی ٹیم کا مقابلہ آسٹریلیا سے ہوا جس میں پاکستان نے ایک کے مقابلے میں دو گول سے کامیابی حاصل کر کے دوسری مرتبہ اولمپک گولڈ میڈل حاصل کیا۔

مزید معلومات

جدید اولمپکس کا آغاز 1896ء میں یونان سے ہوا۔اولمپک کھیل ہر چار سال بعد دنیا کے مختلف ممالک میں منعقد ہوتے ہیں۔پاکستان تین مرتبہ اولمپک ہاکی چیمپئن بن چکا ہے۔

1972ء کے میونخ (جرمنی) اولمپکس میں پاکستان نے دوسری پوزیشن حاصل کی۔1976ء کے مانٹریال (کینیڈا) اولمپکس میں پہلی بار ہاکی کے میچ قدرتی گھاس کی بجائے آسٹروٹرف (مصنوعی گھاس) پر کھیلے گئے۔قومی ٹیم نے اِس بار تیسری پوزیشن لیتے ہوئے کانسی کا تمغا حاصل کیا۔ 1984ء اولمپکس لاس اینجلس (امریکا) میں کھیلے گئے جو ایک مرتبہ پھر پاکستانی ٹیم کے لیے خوشخبری لے کر آئے۔ منظور جونیئر کی کپتانی میں قومی ہاکی ٹیم نے تیسری بار اولمپک چیمپئن ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔1992ء بارسلونا (سپین) اولمپکس میں ٹیم نے شہباز احمد کی قیادت میں تیسری پوزیشن حاصل کی۔

ہاکی کی موجودہ صورت حال (Present Status of Hockey)

موجودہ دور میں پاکستان ہاکی زوال کا شکار ہے۔قومی ہاکی ٹیم کی کارکردگی انتہائی مایوس کن ہے۔افسوس ناک امر یہ ہے کہ ہاکی کے اِس سیاہ دور میں ہر سابق کھلاڑی فیڈریشن پر تنقید کو اپنا حق سمجھتا ہے لیکن جب کوئی عہدہ مل جائے تو سب اچھا ہے کا راگ الاپنے لگتا ہے۔ قومی کھیل کے حقیقی مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے عملی کوششیں کہیں نظر نہیں آتیں۔ برسوں سے الفاظ کا گورکھ دھندا چل رہا ہے اور غیر متحرک پاکستان ہاکی ایک ہی مقام پر کھڑی ہے۔

ii۔ کرکٹ (Cricket)

پاکستان کرکٹ ٹیم، کرکٹ کی دنیا میں پاکستان کی نمائندگی کرتی ہے جس کی انتظامیہ پاکستان کرکٹ بورڈ ہے۔انٹرنیشنل کرکٹ کونسل نے

1952ء میں پاکستان کو بین الاقوامی کرکٹ میں حصہ لینے کی اجازت دی۔ پاکستان نے اپنا پہلا ٹیسٹ میچ 16۔اکتوبر 1952ء کو بھارت کے خلاف دہلی میں کھیلا۔اِس وقت پاکستان کرکٹ ٹیم کا شمار دنیا کی مضبوط کرکٹ ٹیموں میں ہوتا ہے۔ پاکستان نے مایہ ناز گیند باز اور بلے باز پیدا کیے ہیں جن میں سے چند نام فضل محمود، سرفراز نواز، عمران خان، عبدالقادر، وسیم اکرم، وقار یونس، شعیب اختر، حنیف محمد، ظہیر عباس، جاوید میانداد، انضمام الحق اور شاہد آفریدی ہیں۔ پاکستان کی خواتین کی کرکٹ ٹیم بھی دنیا میں اپنے ملک کی نمائندگی کرتی ہے۔ثنا میر اور بسمہ معروف خواتین کرکٹ کی نامور کھلاڑی ہیں۔

انتظامیہ (Administration)

پاکستان میں ہر قسم کی فرسٹ کلاس کرکٹ، ٹیسٹ، ایک روزہ، ٹی ٹوئنٹی اور خواتین کی کرکٹ وغیرہ پاکستان کرکٹ بورڈ کے ذمے ہے۔ یہ بورڈ وزیر اعظم پاکستان کی زیر نگرانی کام کرتا ہے۔

کرکٹ ورلڈ کپ کی تاریخ میں پاکستان کی کارکردگی

Performance of Pakistan Cricket Team in World Cup

ایک روزہ کرکٹ ورلڈ کپ کی تاریخ میں پاکستانی کرکٹ ٹیم کی کارکردگی اچھی رہی ہے۔ 1975ء میں پہلی مرتبہ انگلینڈ میں ورلڈ کپ ٹورنامنٹ کا انعقاد کیا گیا۔جس میں قومی ٹیم پہلے ہی مرحلے میں باہر ہوگئی۔ اس کے بعد 1979ء سے 1987ء تک کے ورلڈ کپ مقابلوں میں شاہینوں نے مسلسل سیمی فائنل کے لیے کوالیفائی کیا۔

کرکٹ ورلڈ کپ 1992ء (Cricket World Cup 1992)

1992ء کا ورلڈ کپ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ میں مشترکہ طور پر کھیلا گیا۔سفید کِٹ کی جگہ رنگ برنگی یونیفارمز نے لے لی۔ٹورنامنٹ کے آغاز میں پے در پے شکست کھانے کے بعد گرین شرٹس نے اپنی فتوحات کا سفر شروع کیا۔سیمی فائنل میں نیوزی لینڈ کو شکست دے کر فائنل میں پاکستان کا ٹاکرا انگلینڈ سے ہوا۔ اختتامی اوورز میں انضمام الحق اور وسیم اکرم نے جارحانہ انداز اختیار کر کے ٹیم کا سکور 249 تک پہنچا دیا۔ جواب میں انگلش ٹیم 49.2 اوورز میں 227 پر آؤٹ ہوگئی۔ وسیم اکرم نے مسلسل دو گیندوں پر ایلن لیمب اور کرس لوئس کی وکٹیں حاصل کیں۔ مجموعی طور پر انھوں نے 3 کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا۔مشتاق احمد نے 3 جب کہ عاقب جاوید نے 2 وکٹیں حاصل کیں۔آل راؤنڈر کارکردگی پر وسیم اکرم مین آف دی میچ قرار پائے۔ پاکستان نے فائنل میں 22 رنز سے فتح حاصل کی۔

مزید معلومات

پہلا کرکٹ ورلڈ کپ 1975ء میں انگلینڈ میں کھیلا گیا۔ کرکٹ ورلڈ کپ ہر چار سال بعد مختلف ممالک میں منعقد ہوتا ہے۔

پاکستان کرکٹ ٹیم ایک روزہ ورلڈ کپ جیتنے کے علاوہ ایک مرتبہ ٹی ٹونٹی ورلڈ کپ اور ایک مرتبہ چیمپئنز ٹرافی بھی جیت چکی ہے۔

iii۔ سکواش (Squash)

سکواش دو کھلاڑیوں کے مابین بند کمرے میں کھیلا جانے والا کھیل ہے۔اس میں کورٹ کی سطح ہلکی ڈھلوان دار ہوتی ہے اس لیے فٹنس کے لحاظ سے اس کا دنیا کے مشکل کھیلوں میں شمار ہوتا ہے۔ پاکستان نے اس کھیل میں نمایاں مقام حاصل کیا ہے۔ برسوں تک سکواش کی دنیا میں پاکستان کے مایہ ناز کھلاڑیوں جہانگیر خاں اور جان شیر خاں کے نام کا ڈنکا بجتا رہا۔ برٹش اوپن چیمپئن شپ اور ورلڈ چیمپئن شپ میں ان دونوں کھلاڑیوں کے حیرت انگیز ریکارڈز ہیں۔ 20ویں صدی میں پاکستان نے سات برٹش اوپن چیمپئن پیدا کیے اور مردوں کے

اِن مقابلوں میں پاکستانیوں نے 30 سال تک یہ اعزاز اپنے پاس رکھا۔ پاکستان نے 1997ء سے برٹش اوپن ٹائٹل نہیں جیتا۔ اِس وقت صورت حال یہ ہے کہ کوئی پاکستانی کھلاڑی برٹش اوپن کے مین ڈرا تک بھی کوالیفائی نہیں کر پا رہا۔

سکواش کی تاریخ کے عظیم کھلاڑی جہانگیر خاں نے پاکستان میں سکواش کی از سرِ نو بحالی اور اِسے عروج پر پہنچانے کے لیے کام شروع کر رکھا ہے۔ دس مرتبہ برٹش اوپن ٹائٹل جیتنے والے جہانگیر خان کے بقول ''ہمیں صورت حال بدلنے کے لیے بہت کچھ کرنا ہوگا۔ اس میں فنڈز کے ساتھ ساتھ بہترین تنظیمی ڈھانچے کی بھی ضرورت ہے اور ہمارے پاس ایک منصوبہ ہے جس کے ذریعے سے ملک میں کھیل کی بحالی کا امکان ہے''۔ ملک میں اسکواش کو دوبارہ بلندیوں تک پہنچانے کے منصوبے میں جونیئر اکیڈمی کا قیام بھی شامل ہے جو کراچی میں جہانگیر خان کی اکیڈمی روشن خان/ جہانگیر خان کمپلیکس میں موجود سہولتوں کو استعمال کرے گی۔ منصوبے کے تحت کوچز کی بھرتی اور باصلاحیت کھلاڑیوں کو تیار کرنے کے ساتھ ساتھ انھیں غیر ملکی ٹورنامنٹس میں شرکت کے لیے وسائل بھی فراہم کیے جائیں گے۔

iv۔ اسنوکر (Snooker)

اسنوکر میں ایک حیرت انگیز نتیجہ 1994ء میں سامنے آیا جب پاکستان کے محمد یوسف نے آئس لینڈ کے جونسن کو 9 کے مقابلے میں 11 فریمز سے شکست دے کر جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) میں منعقد ہونے والی آئی بی ایس ایف ورلڈ اسنوکر چیمپئن شپ جیت لی۔ گم نام پس منظر سے تعلق رکھنے والے محمد یوسف اسنوکر اور بلیرڈ برادری میں جانی پہچانی شخصیت تھی اور ان کی تاریخی کام یابی نے اسنوکر کو مقامی عوام میں مقبول کرایا اور اسپانسر شپ ڈیلز کے راستے کھول دیے۔ متعدد نوجوان اور ابھرتے ہوئے کھلاڑیوں نے محمد یوسف کے نقشِ قدم پر چلنا شروع کیا اور اب تک متعدد پاکستانی کھلاڑی بین الاقوامی سطح پر خود کو منوا چکے ہیں۔

پاکستان میں اسنوکر کی ترقی کے لیے پاکستان بلیرڈ اینڈ اسنوکر ایسوسی ایشن کا ادارہ موجود ہے۔ پاکستان کے اسنوکر کھلاڑیوں نے انٹرنیشنل مقابلوں میں کئی میڈلز جیتے ہیں۔ فیصل آباد سے تعلق رکھنے والے محمد آصف نے 2012ء میں دبئی میں ہونے والی انٹرنیشنل اوپن اسنوکر چیمپئن شپ میں رنر اپ رہ کر پاکستان کو میڈل دلوایا۔ اسی ماہ محمد آصف نے بلغاریہ کے شہر صوفیہ میں ہونے والی آئی بی ایس ایف عالمی اسنوکر چیمپئن شپ کے فائنل میں انگلینڈ کے گیری ولسن کو مات دے کر عالمی چیمپئن ہونے کا اعزاز حاصل کرلیا اور پی ایس بی کی قومی اسپورٹس پالیسی کے تحت عالمی ٹائٹل کے حصول پر نقد ایک کروڑ روپے کے مستحق ٹھہرے۔ محمد آصف اور محمد سجاد نے اکتوبر 2013ء میں آئرلینڈ کے شہر کارلو میں منعقد ہونے والی آئی بی ایس ایف عالمی 6 ریڈ عالمی ٹیم چیمپئن شپ میں شرکت کی اور پاکستان کو عالمی اعزاز سے ہم کنار کیا۔

احسن رمضان نے مارچ 2022ء میں منعقد ہونے والی آئی بی ایس ایف عالمی سنوکر چیمپئن شپ کے فائنل میں ایرانی کیوئسٹ کو شکست دے کر عالمی چیمپئن ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔ احسن رمضان دنیا کے کم عمر ترین سنوکر چیمپئن ہیں۔ ٹائٹل کے حصول کے وقت اُن کی عمر محض سولہ سال تھی۔

v۔ فٹ بال (Football)

فٹ بال جسے امریکا میں سوکر (Soccer) کے نام سے جانا جاتا ہے، ایک گیند کا کھیل ہے۔ اس کھیل میں گیارہ، گیارہ کھلاڑیوں پر مشتمل دو ٹیمیں ایک کُروی شکل کے گیند کے ساتھ کھیلتی ہیں۔ یہ دنیا کا مقبول ترین کھیل ہے۔

پاکستان فٹ بال فیڈریشن کی بنیاد 5 ستمبر 1947ء کو رکھی گئی۔ قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ اس کے پہلے سرپرستِ اعلیٰ بنے۔ اس نئی فیڈریشن کو انٹرنیشنل فیڈریشن نے 1948ء کے اوائل ہی میں تسلیم کر لیا تھا۔ 1954ء سے 1958ء تک چار سال میں پاکستانی ٹیم ایشیائی سطح تک اپنی پہچان کروانے میں کام یاب ہو چکی تھی مگر افسوس کہ اس کے بعد آنے والی حکومتوں نے اس کی ترقی و فروغ پر

کوئی توجہ نہ دی اورنتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے ملک میں فٹ بال زوال کا شکار ہونے لگا۔ پاکستان فٹ بال فیڈریشن کی دھڑے بندی نے پاکستان میں فٹ بال کھیل کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ 2007ء میں پاکستان فٹ بال فیڈریشن کی سربراہی مخدوم سید فیصل صالح حیات کو سونپی گئی تب اس کھیل میں بہتری کے امکانات پیدا ہوئے۔ 2007ء میں جیو سپر فٹ بال لیگ شروع ہوئی۔ یہ پاکستان کا پہلا پروفیشنل نیشنل ٹورنامنٹ ہے۔2010ء میں پاکستان میں فٹ بال میں لوگوں کی دل چسپی غیر معمولی تھی اور ایشین گیمز میں پاکستان ٹیم کی کارکردگی نمایاں نظر آئی۔2012ء میں ایک بار پھر فیڈریشن اور پاکستان اولمپک ایسوسی ایشن کے درمیان باہم رسہ کشی سے یہ کھیل روایتی بے حسی کا شکار ہوا۔ضرورت اس امر کی ہے کہ فٹ بال کی ترقی اور ملک میں اس کھیل کو فروغ دینے کے لیے حکومتی سطح پر عملی اقدامات اٹھائے جائیں۔مخلص اور دیانت دار لوگوں کو فیڈریشن میں ذمہ داریاں سونپی جائیں۔ نیا انفراسٹرکچر، نئے سٹیڈیمز کی تعمیر اور عالمی سطح کے مقابلوں کے انعقاد کا اہتمام کرایا جائے۔ فیفا(FIFA) کی گرانٹ کا شفاف استعمال کیا جائے۔سپانسرز اور میڈیا کوریج جیسے معاملات کو سنجیدگی سے لیا جائے۔اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ کسی مستند بین الاقوامی تربیت یافتہ کوچ کو تعینات کیا جائے۔میڈیا بھی اس کے فروغ کے لیے اپنا کردار ادا کرنے کو آگے بڑھے۔یورپی چیمپئن شپ کی طرح یہاں بھی ضلعوں کی سطح پر اس کے ٹورنامنٹ کا آغاز کیا جائے۔ادارہ جاتی ٹیمیں تشکیل دی جائیں، سکولوں اور کالجوں کی سطح پر ٹیمیں بنائی جائیں۔اور انٹر کالجیٹ اور انٹر یونیورسٹی ٹورنامنٹس کا آغاز کیا جائے۔اس کے علاوہ ٹاؤن کی ٹیموں کے آپس میں مقابلے کروائے جائیں اور اچھے کھلاڑیوں کو سامنے لایا جائے۔اضلاع سے کھلاڑی لے کر صوبوں کی ٹیمیں اور صوبوں کی ٹیموں سے ایک قومی ٹیم بنائی جائے۔اس طرح مرحلہ وار طریقہ کار سے بنائی جانے والی ٹیم غیر معمولی نتائج دے گی۔

vi۔ لان ٹینس (Lawn Tennis)

لان ٹینس کسی سبزہ زار یا سیمنٹ سے تیار کردہ میدان جس کی لمبائی 78فٹ اور چوڑائی 27فٹ ہو، میں کھیلا جاتا ہے۔ اعصام الحق قریشی ایک پاکستانی پیشہ ور ٹینس کھلاڑی ہیں۔وہ ایک گرینڈ سلام کے فائنل تک پہنچنے والے واحد پاکستانی ٹینس کھلاڑی ہیں۔

vii۔ پولو(Polo)

چوگان جو عام طور پر پولو کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، ہاکی کی طرز کا ایک کھیل ہے جس میں گھڑسواروں کی دو ٹیمیں حصہ لیتی ہیں۔ ہر ٹیم میں تین یا چار کھلاڑی ہوتے ہیں۔ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے ڈنڈے (Mallet) سے ہوتے ہیں جن سے وہ لکڑی کی سفید گیند کو ضرب لگاتے ہیں اور مدمقابل ٹیم کو گول کرتے ہیں۔انگلستان میں اس کھیل کا آغاز 1061ء میں ہوا۔ پاکستان میں یہ کھیل شمالی علاقوں اور چترال میں بہت شوق سے کھیلا جاتا ہے۔شندور کے سالانہ میلے میں اس کھیل کا خصوصی طور سے انعقاد ہوتا ہے۔ پاکستان کے ضلع چترال کے علاقہ شندور میں ہر سال جولائی میں شندور پولو ٹورنامنٹ 2000 سال سے کھیلا جا رہا ہے۔اس کھیل کو فری اسٹائل پولو کہا جاتا ہے جو کہ چترال اور گلگت کی ٹیموں کے درمیان کھیلا جاتا ہے۔اس کھیل کو دیکھنے کے لیے دنیا بھر سے سیاح چترال کا رخ کرتے ہیں۔

پاکستان میں پولو صرف امیروں کا کھیل سمجھا جاتا ہے اور اس کا اہتمام بھی بڑے بڑے زمیندار اور جاگیردار کرتے ہیں۔اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس میں دوڑنے والے گھوڑے بہت ہی مہنگے ہوتے ہیں اور ان کی نگہداشت کرنا اس سے بھی مہنگا عمل ہے۔گھوڑوں کی خوراک کے علاوہ ان کی دیکھ بھال کے لیے تربیت یافتہ لوگوں پر مشتمل ٹیم رکھنا پڑتی ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

ہندوستان کا پہلا مسلمان بادشاہ قطب الدین ایبک بھی پولو کھیل کے دوران میں اپنے گھوڑے سے گر کر جاں بحق ہوا تھا، اُن کا مزار ایبک روڈ انارکلی لاہور میں ہے۔

پولو کھیل کا منظر

اِن ڈور کھیل (Indoor Games)

i۔ ٹیبل ٹینس (Table Tennis)

پاکستان میں ٹیبل ٹینس کھیل زوال کا شکار ہے۔ سرکاری سرپرستی نہ ہونے کے باعث اس کے منتظمین بھی پریشان ہیں۔ ایک وقت تھا جب ٹیبل ٹینس میں پاکستان کا ڈنکا بجتا تھا۔ عارف خاں اور ناز و شکور جیسے کھلاڑیوں نے پاکستان کو کئی عالمی اعزاز دلوائے۔ اب گزشتہ کئی برس سے یہ کھیل بتدریج زوال پذیر ہے۔ رفتہ رفتہ محکموں کی ٹیمیں بند ہونے سے بھی کھیل پر برا اثر پڑا۔ کھلاڑی بھی کھیل کی زبوں حالی اور اپنے مستقبل کے لیے فکر مند نظر آئے۔ منتظمین کا کہنا ہے کہ ملک میں ٹیلنٹ کی کمی نہیں لیکن سرکاری سرپرستی ناکافی ہے، فنڈز نہیں ملتے۔ حکومتی ترجیحات میں کھیلوں کو اہمیت دیے بغیر کھلاڑیوں سے عمدہ کارکردگی کی امید نہیں کی جاسکتی۔

ii۔ بیڈمنٹن (Badminton)

پاکستان میں یہ کھیل لڑکوں اور لڑکیوں میں یکساں مقبول ہے۔ قومی سطح پر پولیس، واپڈا، نیشنل بنک، سوئی گیس، ہائیر ایجوکیشن، خیبر پختونخوا، سندھ، بلوچستان اور پنجاب کی مرد و خواتین کی ٹیمیں موجود ہیں۔ ملکی سطح پر اس کھیل کے ٹورنامنٹ ہوتے رہتے ہیں۔ 2015ء میں لاہور پی ایس او آل پاکستان بیڈمنٹن چیمپئن شپ منعقد ہوئی جو نیشنل بنک نے جیت لی۔ خواتین سنگل میں واپڈا نے ٹائٹل اپنے نام کیا۔ مردوں کے ڈبلز مقابلوں کا ٹائٹل نیشنل بنک نے جیتا۔ خواتین ڈبلز میں واپڈا کی ٹیم نے فتح حاصل کی۔ اس کھیل کے فروغ کے لیے حکومتی سطح پر بھی کوششیں ہوتی رہتی ہیں۔

iii۔ باسکٹ بال (Basket Ball)

یہ کھیل 94 فٹ لمبائی اور 50 فٹ چوڑائی پر مشتمل میدان میں کھیلا جاتا ہے۔ کھیل میں شریک دونوں ٹیموں کے کھلاڑیوں کی تعداد 5,5 جب کہ گیند کا وزن 20 سے 22 اونس ہوتا ہے۔ یہ کھیل ان ڈور اور آؤٹ ڈور دونوں طرح سے کھیلا جاتا ہے۔ یہ کھیل خصوصاً

براعظم شمالی امریکا میں مقبول ہے۔ پاکستان میں میرٹ کا بیڑہ غرق کرتے ہوئے اس کھیل کو زوال کی جانب دھکیل دیا گیا ہے حالاں کہ یہاں باسکٹ بال کھیلنے کا ٹیلنٹ موجود ہے۔

پاکستان میں باسکٹ بال کا آغاز 1960ء کے لگ بھگ سیالکوٹ کے سی ٹی آئی اور مرے کالج سے ہوا۔ 1971ء میں یہاں باسکٹ بال سٹیڈیم کا قیام عمل میں آیا۔ 1971ء سے 1976ء تک کا دور بلاشبہ پاکستان میں باسکٹ بال کا دور تھا۔ مرے کالج سے فارغ التحصیل متعدد کھلاڑیوں نے صوبائی اور قومی سطح پر نام روشن کیا۔

پاکستان کے دیسی کھیل (Indigenous Games of Pakistan)

i۔ کبڈی (Kabaddi)

کبڈی ایک مقبول اور ہر دل عزیز کھیل ہے۔ ہمارے ہاں یہ کھیل زیادہ تر صوبہ پنجاب کے دیہات میں کھیلا جاتا ہے۔ پاکستان کے علاوہ یہ کھیل بھارت، کینیڈا، امریکا، ایران، انگلینڈ اور سری لنکا وغیرہ میں کھیلا جاتا ہے۔ کبڈی کا کھیل کُشتی، کراٹے، ایتھلیٹکس اور دوڑ کا مجموعہ ہوتا ہے۔ کبڈی کا پہلا ورلڈ کپ 2010ء میں ہوا جو بھارت نے جیتا۔ پاکستان نے کبڈی ورلڈ کپ 2020ء میں فتح حاصل کی۔ پہلے ورلڈ کپ کے بعد یہ کھیل بین الاقوامی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔

دیہات میں کبڈی کے میچ والے دن دور دراز سے لوگ مقابلہ دیکھنے آتے ہیں۔ میچ سے پیشتر گراؤنڈ میں ہل چلا کر مٹی کو نرم کر لیا جاتا ہے۔ تاکہ کھیلتے ہوئے کھلاڑیوں کو چوٹ لگنے کا اندیشہ نہ رہے۔ علاقے کے نامور پہلوانوں پر مشتمل دو ٹیمیں تشکیل دی جاتی ہیں۔ پھرتیلے، چست اور طاقت ور کھلاڑی پوائنٹس جیتنے میں کام یاب ہوتے ہیں۔ جو کھلاڑی پوائنٹ حاصل کرتا ہے شائقین سے داد اور انعام پاتا ہے۔

ii۔ ملاکھڑا (Malakhra)

ملاکھڑا ایک مقبول عوامی سندھی کُشتی ہے۔ جو جاپانی سوموکُشتی کی طرح کھڑے کھڑے حریف کو گرا کر چت کرنے کی کوشش پر مشتمل ہوتی ہے۔ ملاکھڑائی پہلوان سندھ بھر میں میلوں ٹھیلوں میں اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہیں اور داد پاتے ہیں۔

سندھ کے دوسرے شہروں کی طرح بدین کے ساحلی شہر سیرانی میں سندھ کے اس ثقافتی کھیل ملاکھڑا کے دل چسپ مقابلے شائقین کو دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اس ملاکھڑے کو دیکھنے کے لیے ہزاروں لوگ دور دراز علاقوں سے آتے ہیں جو اس کھیل کو دیکھ کر خوب محظوظ ہوتے ہیں۔

iii۔ کِکلی (Kikli)

کِکلی پنجابی لڑکیوں کا ایک مقبول کھیل ہے۔ اس میں دو یا چار ہم جولی ایک دوسرے کا آمنے سامنے ہاتھ پکڑتی ہیں بازو لمبے کر کے قدرے پیچھے کو جھکتی ہیں۔ پیروں کو ایک دوسرے کے قریب رکھا جاتا ہے اور جھٹکے لگاتے ہوئے تیزی سے چکر کاٹے جاتے ہیں۔

iv۔ کُشتی یا پہلوانی (Wrestling)

برصغیر پاک و ہند میں کُشتی کے مایہ ناز کھلاڑی رہے ہیں۔ محمد عظیم عرف گاما پہلوان سے لے کر امام بخش اور منظور احمد عرف بھولو پہلوان اور اُن کے خاندان کے دیگر پہلوانوں سے پاکستانی کُشتی کا سنہری دور بنتا ہے جس نے دنیا بھر کے پہلوانوں کے دلوں پر رعب قائم رکھا۔ اُن کا پہلوانی کا سفر حقیقتاً شان دار تھا۔ ان کی حیثیت کچھ یوں تھی کہ اگر وہ ہندوستان یا پاکستان کے چیمپئن ہوتے تو انھیں دنیا کا چیمپئن تصور کیا

جاتا۔امام بخش کے بیٹے بھولو پہلوان اِن عظیم پہلوانوں کی آخری کڑی تھی۔

ان میں سب سے زیادہ مشہور 1927ء میں امرتسر میں پیدا ہونے والے منظور احمد بھولو پہلوان ہوئے جو کہ امام بخش کے سب سے بڑے بیٹے اور گاما پہلوان کے بھتیجے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد 1949ء میں رستمِ پاکستان کے ٹائٹل کے لیے منعقد ہونے والے دنگل میں بھولو نے یونس پہلوان کو شکست دے کر یہ ٹائٹل اپنے نام کیا۔1960ء کی دہائی میں بھولو اور ان کے بھائیوں نے برطانیہ کا دورہ کیا جہاں انھوں نے متعدد پہلوانوں کو مات دی۔1962ء میں بھولو کو حکومت پاکستان کی جانب سے تمغائے امتیاز سے نوازا گیا۔ بعدازاں اُنھیں رستم زماں کا بھی خطاب دیا گیا۔اسی خاندان کے چشم وچراغ زبیر عرف جھارا پہلوان نے بھی کُشتی میں خوب نام کمایا،جنھوں نے جاپان کے مشہور پہلوان انوکی کو شکست دے کر اپنے نام کا لوہا منوایا۔بھولو برادران آج اپنے اکھاڑے کے پاس صدیوں پرانے درخت کے ساتھ دفن ہیں تاہم اب یہاں زیادہ تر خاموشی کے بادل ہی چھائے رہتے ہیں۔کچھ ایسا ہی حال آج کی کُشتی کا بھی ہے۔

غربت اور حکومتی سرپرستی نہ ہونے کے باعث پاکستانی پہلوانوں کا شان دار ماضی اب صرف ایک یاد بنتا جا رہا ہے۔ جہاں صرف چند ہی ایسے پہلوان باقی ہیں جو اِس روایت کو اگلی نسل تک پہنچا رہے ہیں۔

دیگر کھیل (Other Games)

i۔ گلی ڈنڈا (Gullidanda)

گلی ڈنڈا کرکٹ سے ملتا جلتا کھیل ہے۔جو دیہات میں عموماً لڑکے کھیلتے ہیں۔ پہلے ایک ٹیم ڈنڈے سے گلی کو ضرب لگاتی ہے اور دوسری ٹیم فیلڈنگ کرتی ہے۔پھر اپنی باری پر پہلی ٹیم فیلڈنگ کرتی ہے اور دوسری ٹیم کھیلتی ہے۔

ii۔ میخ اکھاڑنا (Tent Pegging)

میخ اکھاڑنا بھی ہمارا روایتی ثقافتی کھیل ہے۔جس میں گھوڑے پر سوار شخص تیز رفتاری سے گھوڑا دوڑاتا ہوا آتا ہے اور اپنے نیزے سے زمین میں گاڑی ہوئی میخ کو اکھاڑتا ہے۔

سیر وسیاحت بطور ایک صنعت (Tourism as an Industry)

جدید دور میں سیر وسیاحت ایک صنعت کا درجہ اختیار کر چکی ہے۔تاریخی وتفریحی مقامات کی سیاحت سے معاشی سرگرمیوں کو فروغ حاصل ہوتا ہے۔عوام کے لیے روزگار اور ملکی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔غیر ملکی سیاحوں کے آنے سے زرمبادلہ حاصل ہوتا ہے اور معیشت مستحکم ہوتی ہے۔ پاکستان میں بے شمار تفریحی و سیاحتی مقامات ہیں جہاں فطرت اپنے رنگ بکھیرتی نظر آتی ہے۔جن کے نظارے سے دل ودماغ کو سکون اور طبیعت کو فرحت حاصل ہوتی ہے۔ ان مقامات میں وادی کاغان، وادی سوات، درہ خیبر اور گلگت بلتستان قابل ذکر ہیں۔علاوہ ازیں پورے ملک میں جابجا تاریخی مقامات اور عمارات ہیں جہاں تاریخ سے دل چسپی رکھنے والے طالب علم اور سیاح کے لیے تاریخی معلومات کا بیش بہا ذخیرہ موجود ہے۔یہاں ہر مذہب کے ماننے والوں کے لیے بھی ثقافتی رنگوں میں رچے ہوئے قابل دید تاریخی مقامات ہیں۔ان میں چند درج ذیل ہیں:۔

☆ دامن کوہ اسلام آباد۔

☆ لاہور میں شاہی قلعہ، بادشاہی مسجد، شالامار باغ، مسجد وزیر خان، چوبرجی، مقبرہ جہانگیر وغیرہ۔

☆ شیخوپورہ میں ہرن مینار۔

☆ پشاور میں مسجد مہابت خاں۔

☆ جہلم کے قریب قلعہ روہتاس۔

☆ ہندوؤں کے لیے کٹاس راج مندر چکوال۔

☆ سکھ مت کو ماننے والوں کے لیے ننکانہ صاحب اور گوردوارہ کرتار پور، گوردوارہ پنجہ صاحب حسن ابدال۔

☆ ہڑپہ (ساہیوال)، موہن جوداڑو (لاڑکانہ) کی پانچ ہزار سالہ قدیم تہذیب کے آثار۔

☆ ٹیکسلا اور گردونواح میں پھیلی ہوئی گندھارا کی قدیم تہذیب۔

☆ قلعہ رانی کوٹ (جامشورو) سندھ،

☆ زیارت (بلوچستان)

☆ بہاول پور کے محلات، لال سہانڑہ نیشنل پارک، قلعہ ڈیراور، بہاول پور

پاکستان میں سیر وسیاحت کو درپیش مسائل (Problems faced by Tourism in Pakistan)

پاکستان میں اگرچہ متعدد تفریحی وسیاحتی اور تاریخی مقامات ہیں لیکن سیاحت کی صنعت کو فروغ حاصل نہیں ہو پا رہا۔ دنیا کے کئی ممالک صرف سیاحت سے کثیر زرمبادلہ کما رہے ہیں۔ جب کہ ہمارے ملک میں غیر ملکی سیاحوں کی آمد کی شرح انتہائی کم یعنی قریباً 2 ملین سالانہ ہے البتہ مقامی سیاحوں کی تعداد قدرے حوصلہ افزا ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہیں جن میں سے چند ذیل میں بیان کی جاتی ہیں:۔

i- سیاحوں کے لیے ذرائع نقل وحمل کا فقدان۔

ii- دہشت گردی، جس سے غیر ملکی سیاح خصوصاً خود کو غیر محفوظ تصور کرتے ہیں۔

iii- سیاحت کے لیے درکار انفراسٹرکچر کی کمی۔

iv- سیاحتی مقامات پر ناکافی رہائشی سہولیات۔

v۔ سیاحت میں حکومتی سرپرستی کا فقدان۔

vi۔ متعلقہ حکومتی اداروں کی غفلت اور عدم توجہ۔

سیاحت کے فروغ کے لیے چند تجاویز (Few Suggestions for the Promotion of Tourism)

ذیل میں بیان کردہ کچھ اقدامات اٹھا کر ملک میں سیاحتی سرگرمیوں کو فروغ دے کر کثیر زرمبادلہ کمایا جاسکتا ہے:۔

i- ٹرانسپورٹ کے نظام کو بہتر بنایا جائے۔

ii- دہشت گردی کے واقعات پر قابو پا کر امن وامان کی صورت حال کو اطمینان بخش بنایا جائے۔

iii- سیاحتی مقامات پر صفائی ستھرائی عالمی معیار کے مطابق ہو۔

iv- سیاحوں کے لیے رہائشی سہولیات کی ارزاں نرخوں پر فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔

v- پہاڑی علاقوں میں جہاں ممکن ہو جیپ سروس کی بجائے چیئر لفٹ لگائی جائے۔

vi- ٹورازم ڈویلپمنٹ کارپوریشن کو فنڈز کی فراہمی بہتر کی جائے تاکہ سیاحتی مقامات کو ترقی دی جاسکے۔

پاکستان ٹورازم ڈویلپمنٹ کارپوریشن (Pakistan Tourism Development Corporation)

پاکستان ٹورازم ڈویلپمنٹ کارپوریشن کا قیام 1972ء میں عمل میں آیا۔اس ادارے کے قیام کا بنیادی مقصد ملک میں سیر وسیاحت کی صنعت کوفروغ دینا تھا۔جس کے لیے اندرون اور بیرون ملک کے سیاحوں کو ملک کے تاریخی اور پُرفضا مقامات کی سیر وسیاحت کے لیے بہترین معلومات فراہم کی جائیں اور وہ تمام تر سہولیات دی جائیں جن کی سیاحوں کوضرورت ہوتی ہے۔اس مقصد کے لیے PTDC کے چارادارے قائم کیے گئے:۔

1- ہوٹلز (Hotels)

2- موٹلز (Motels)

3- ٹورسٹ انفارمیشن سنٹر(Tourist Information Centre)

4- پاکستان ٹورز لمیٹڈ(Pakistan Tours Limited)

بنیادی طور پر یہ ایک کارپوریشن اورنیم سرکاری ادارہ ہے۔اس کے زیر انتظام چار بڑے ہوٹلز تھے جن میں سے ہرایک کا رقبہ کئی ایکڑ پر مشتمل تھا۔ان میں سے تین ہوٹل نجکاری کے ذریعے نہایت ارزاں قیمت پرفروخت کردیے گئے اوران میں کام کرنے والے ملازمین کو گولڈن شیک ہینڈ اسکیم کے ذریعے نوکریوں سے فارغ کر دیا گیا۔ بیچے جانے والے ہوٹلز میں فلیٹیز(Flaties)ہوٹل لاہور، سیسل (Ceesal)ہوٹل مری اورڈینز(Deans)ہوٹل پشاورشامل ہیں۔

اس وقت پورے پاکستان اورآزادکشمیر میں اس ادارے کے کئی موٹلز ہیں۔ جو وادی سوات، وادی کاغان، سکردو، گلگت، چترال، پاک ایران بارڈر، واہگہ بارڈر، پاک چائنا بارڈر، پاک افغان بارڈر، بہاولپور، موہن جوداڑو، ہاکس بے کراچی، خضدار، چمن، زیارت، کینجھر جھیل، کوئٹہ، ایوبیہ، بنجوسہ(کشمیر) میں واقع ہیں۔ پاکستان ٹورازم ڈویلپمنٹ کارپوریشن کے ٹریننگ سنٹر تمام ایئرپورٹس کے ساتھ ساتھ ملتان، بہاولپور، ٹیکسلا اورموہن جوداڑو میں بھی موجود ہیں۔اس ادارے کاایک بڑا مقصد سیاحوں کوٹرانسپورٹ مہیا کرنا ہے۔پاک چائنا اور پاک انڈیاانٹرنیشنل بس سروس، جب کہ ملکی سطح پر اس ادارے کی اپنی بسیں، ہائی ایس اور کوسٹرز ہیں جو اندرون ملک اپنی خدمات انجام دے رہی ہیں۔

اس ادارے نے اب تک ہرحکومت کوکروڑوں روپے سالانہ ٹیکس کی مدمیں زرمبادلہ کما کردیا ہے۔لیکن نائن الیون 2001ءاور 2005ء کے زلزلے کے بعدامن وامان کی خراب صورت حال کے باعث اس صنعت کو بہت زیادہ نقصان ہوا ہے۔ کالاباغ میں ایک ٹریننگ سنٹرکودہشت گردوں نے تباہ کردیا۔اس تربیتی مرکز میں ملازمین کو باقاعدہ تربیت دی جاتی تھی۔اس طرح یہ ادارہ بتدریج زوال کا شکار ہونے لگا۔2010ء میں 1973ء کے آئین میں اٹھارویں ترمیم میں مختلف اداروں کوصوبوں کے حوالے کردیا گیا۔PTDC پراس کے مضراثرات مرتب ہوئے اوراس ادارے کی کارکردگی متاثر ہوئی۔

اگرآج حکومت اس ادارے کی سرپرستی کرے توتمام ترنامساعد حالات کے باوجود پاکستان میں سیر وسیاحت ایک منافع بخش صنعت بن سکتی ہے۔ بھارت، نیپال اورکئی ممالک کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں جہاں سیر وسیاحت کی صنعت سے کھربوں روپے سالانہ کمائے جا رہے ہیں۔

کھیلوں اورسیر وسیاحت میں تعلق(Relationship Between Sports & Tourism)

کھیل اورسیر وسیاحت دونوں کا شمارصحت مندسرگرمیوں میں ہوتا ہے۔ان سے نظم وضبط، مسائل کا سامنا کرنے کی ہمت اورجذبہ،

ذہنی راحت اور جسمانی ورزش جیسے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ تاریخ اور جغرافیہ کے متعلق معلومات ملتی ہیں۔ کھیل اور سیر وسیاحت انسان کی شخصیت کی تعمیر میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔ جس سے ایک صحت مند معاشرے کے قیام میں مدد ملتی ہے۔

سوالات

1۔ ذیل میں دیے گئے چار جوابات میں سے درست جواب پر (✓) نشان لگائیں۔

i- انٹرنیشنل کرکٹ کونسل نے پاکستان کو بین الاقوامی کرکٹ مقابلوں میں حصہ لینے کی اجازت دی:

(الف) 1951ء　(ب) 1952ء　(ج) 1953ء　(د) 1954ء

ii- جب پاکستان پہلی مرتبہ ہاکی کا عالمی چیمپئن بنا تو اس کے کپتان تھے:

(الف) خالد محمود　(ب) اختر الاسلام　(ج) سمیع اللہ　(د) حسن سردار

iii- پاکستان نے اپنا پہلا عالمی کرکٹ کپ جس ملک کے خلاف جیتا:

(الف) آسٹریلیا　(ب) نیوزی لینڈ　(ج) ویسٹ انڈیز　(د) انگلینڈ

iv- پاکستان ٹورازم ڈویلپمنٹ کارپوریشن کا قیام عمل میں آیا:

(الف) 1970ء　(ب) 1972ء　(ج) 1974ء　(د) 1976ء

v- 1962ء میں حکومت پاکستان کی جانب سے تمغائے امتیاز سے نوازا گیا:

(الف) امام بخش　(ب) جھارا　(ج) بھولو　(د) گاما

vi- ڈرامائی کھیل کھیلنے سے بچے کی صلاحیت میں نمایاں اضافہ ہوتا ہے:

(الف) جسمانی　(ب) زبان دانی　(ج) قائدانہ　(د) قوت فیصلہ

vii- بین الاقوامی سطح پر کرکٹ کا ذمہ دار ادارہ ہے:

(الف) آئی سی سی　(ب) پی سی بی　(ج) آئی سی بی　(د) پی ایف ایف

viii- بادشاہ قطب الدین ایبک کھیل کھیلتے ہوئے گھوڑے سے گر کر جاں بحق ہوا:

(الف) کبڈی　(ب) گھڑدوڑ　(ج) چوگان (پولو)　(د) فٹ بال

ix- پاکستان میں سیر وسیاحت کی ترقی کے لیے ادارہ قائم کیا گیا ہے:

(الف) PTDC　(ب) PCB　(ج) PTCL　(د) PMA

x- مسجد وزیر خاں واقع ہے:

(الف) پشاور　(ب) ملتان　(ج) لاہور　(د) سیالکوٹ

2۔ مختصر جوابات دیجیے۔

i- کھیل سے حاصل ہونے والے ذہنی فوائد بیان کیجیے۔

ii۔ پاکستان میں کُشتی کے چار مایہ ناز کھلاڑیوں کے نام لکھیے۔

iii- پاکستان ٹورازم کارپوریشن کے قیام کا بنیادی مقصد کیا ہے؟

iv۔ پاکستان میں سیاحت کو درپیش کوئی سے دو مسائل بیان کریں۔

v۔ پاکستان میں سیاحت کے فروغ کے لیے دو تجاویز پیش کیجیے۔

vi- کبڈی کا کھیل کن ممالک میں مقبول ہے؟

vii- پاکستان نے ہاکی کے کتنے ورلڈ کپ جیتے ہیں؟ سال بھی لکھیں۔

viii۔ پاکستان کتنی مرتبہ ہاکی کا اولمپک چیمپئن بنا؟ سال بھی لکھیں۔

ix- ملاکھڑا کھیل کیسے کھیلا جاتا ہے؟

x۔ کھیل اور سیر وسیاحت میں تعلق بیان کریں۔

3۔ تفصیل سے جواب دیں۔

i- کھیلوں کی اہمیت واضح کریں۔

ii- ہاکی اور کرکٹ میں پاکستان کی کارکردگی کا جائزہ پیش کریں۔

iii- سکواش اور سنوکر کے میدان میں پاکستانی کھلاڑیوں کی کارکردگی بیان کریں۔

iv- پاکستان میں کوئی سے تین دیسی کھیلوں کا حال بیان کریں۔

v- پاکستان میں سیر وسیاحت کی صنعت کو درپیش مسائل اور ان کے حل کے لیے تجاویز بیان کریں۔

سرگرمیاں برائے اساتذہ

i- اساتذہ کرام بچوں کو کُشتی کے بارے میں وضاحت سے بتائیں اور ممکن ہو تو کلاس میں کُشتی کی وڈیو دکھائیں۔

ii- اساتذہ کرام عالمی کبڈی کپ کا ایک چارٹ بنوائیں جس میں ظاہر کیا جائے کہ یہ کپ کب، کہاں منعقد ہوئے اور کس ملک نے جیتے۔

سرگرمی برائے طلبہ

طلبہ اپنے والدین سے گلی ڈنڈا اور نشانہ بازی (Archery) کے متعلق معلومات حاصل کر کے کلاس میں اپنے ہم جماعتوں سے معلومات کا تبادلہ کریں۔

فرہنگ

نوٹ: الفاظ کے معانی کتابی متن کو مدِ نظر رکھ کر درج کیے گئے ہیں:

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اہلِ ایلیا	یروشلم کا پرانا نام ایلیا تھا۔ اس کے رہنے والے اہلِ ایلیا کہلاتے تھے۔	LFO	لیگل فریم ورک آرڈر۔ 1970ء میں جنرل یحییٰ خاں کا نافذ کردہ عبوری آئین
ارسطو	قدیم یونان کا ایک مفکر (384 تا 322 قبل مسیح)	بیوروکریسی	اعلیٰ سرکاری ملازم جو حکومت کا نظام چلاتے ہیں۔ سیکرٹری وغیرہ
آئین	دستور۔ نظام حکومت چلانے کے لیے قوانین اور اُصولوں کا مجموعہ۔	کالعدم قرار دینا	ختم کر دینا
بیت المال	اسلامی حکومت کا سرکاری خزانہ جس سے ہر مستحق کی مدد کی جائے۔	مقننہ	قانون ساز ادارہ۔ پارلیمنٹ
جداگانہ انتخابات	اقلیت وغیرہ کی مختص نشست کے انتخابات میں اس فرقے، جماعت یا طبقے وغیرہ سے امیدوار کھڑے ہونے اور اسی کے افراد کو رائے دینے کا اصول۔ انتخابات میں ہر قوم کی ووٹر لسٹیں اور امیدوار الگ الگ ہوں۔	ٹیکنوکریٹ	کسی شعبے میں مہارت رکھنے والا شخص
وفاق	صوبوں، ریاستوں یا اکائیوں کا مرکزی حکومت کے تحت کام کرنا	NFC	قومی مالیاتی کمیشن (National Finance Commission) وفاق اور صوبوں میں محصولات کو تقسیم کرنے والا ادارہ۔
بقائے باہمی	باہمی تعاون، باہمی رواداری، جیو اور جینے دو کا اصول	بائی لاز (By-Laws)	ایک ضابطہ یا قانون جو مقامی اتھارٹی بناتی ہے اور جو صرف اس کے علاقے میں لاگو ہوتا ہے۔

اعلامیہ	چارٹر۔سرکاری اعلان	ہاب ہاؤس (Hobhouse)	ایک برطانوی ماہر سیاسیات اور عمرانیات
مکتی باہنی (Mukti Bahini)	ایک گوریلا تنظیم جس نے 1971ء میں مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) کی علیحدگی میں کردار ادا کیا۔	میگنا کارٹا (Magna Carta)	برطانوی بادشاہ جان کی طرف سے 1215ء میں عوام کو شخصی اور سیاسی آزادیاں دیے جانے کی دستاویز
الیکٹورل کالج (Electoral College)	صدر کے انتخاب کا ادارہ	خُلع	بیوی کو خاوند سے طلاق حاصل کرنے کا حق
پارلیمانی نظام	وہ جمہوری نظام جس میں حکومت پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ ہوتی ہے۔	تعلیم بالغاں	شرح خواندگی میں اضافہ کے لیے بڑی عمر کے لوگوں کو تعلیم دینے کا پروگرام
پیرامیڈیکل سٹاف	معاون طبی عملہ۔نرسز،ڈسپنسرز وغیرہ	اولمپکس	بین الاقوامی کھیلوں کے مقابلے جن کا آغاز یونان سے ہوا
پینلٹی اسٹروک	ہاکی کے کھیل کے قوانین کی خلاف ورزی پر ریفری کی طرف سے دیا جانے والا ایک فیصلہ	موٹلز	سڑک کے کنارے کا ایک ہوٹل جس میں بنیادی طور پر موٹر سواروں کے لیے پارکنگ کا انتظام کیا گیا ہو۔
آسٹروٹرف	ہاکی گراؤنڈ میں بچھائی گئی مصنوعی گھاس	آئین ساز	آئین بنانے والا/ والی
منصب	عہدہ	خوشنودی	رضامندی
آرڈی نینس	عارضی حکم نامہ جو صدر، حکومت کی مرضی سے جاری کرتا ہے	نافذ العمل	لاگو
اہم فریضہ	بنیادی ذمہ داری	نظر ثانی	دوبارہ جائزہ لینا

کتابیات

(Bibliography)

☆ قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ: ماہ وسال کے آئینے میں، ہمایوں ادیب، نظریۂ پاکستان ٹرسٹ لاہور، 1995ء

☆ پاکستان کا اسلامی تشخص، نظریاتی اور تمدنی بنیادیں، ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، نظریۂ پاکستان ٹرسٹ لاہور، 2008ء

☆ قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ اور اقلیتیں، محمد حنیف شاہد، نظریۂ پاکستان ٹرسٹ لاہور، 2008ء

☆ تحریکِ پاکستان کے فکری مراحل، سرفراز حسین مرزا، نظریۂ پاکستان ٹرسٹ لاہور، 2009ء

☆ تاریخ پاکستان (1947-2008ء)، شیخ محمد رفیق، سٹینڈرڈ بک سنٹر، لاہور

☆ تاریخ پاکستان، پروفیسر محمد عبداللہ ملک، قریشی برادرز، لاہور

☆ آئین پاکستان 1973ء، ڈاکٹر صفدر محمود

☆ پاکستان تاریخ وسیاست، ڈاکٹر صفدر محمود

☆ علم التعلیم 12-11 پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

☆ صحت وجسمانی تعلیم 12-10,11-9 پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

☆ علم شہریت 12-10,11-9 پنجاب کریکولم اینڈ ٹیکسٹ بک بورڈ، لاہور

☆ Pakistan Political Roots & Development By Dr Safdar Mahmood

☆ We ARE A NATION, Nazaria-i-Pakistan Trust By Dr. Sarfraz Hussain Mirza

☆ The Political System of Pakistan By K B Sayeed